تحریکِ خلافت

و

ترکِ موالات

کے تاریخی ایام کے اوراق بازیافتہ

الرشاد

○

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ

(صدر شعبہ علوم اسلامیہ، علیگڑھ)

○

سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء

کے ہیجانی دور کی یادگار تالیف،

جب علماء کے ایک گروہ نے

خوشنودیٔ ہنود

کی خاطر شعائرِ اسلام کو

پس پشت ڈال دیا

○

مکتبہ رضویہ ○ لاہور

تحریکِ خلافت

و

ترکِ موالات

کے تاریخی ایّام کے اوراقِ بازیافتہ

الرّشاد

○

پروفیسر سیّد محمّد سُلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ
(صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، علیگڑھ)

○

سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء

کے ھیجانی دور کی یادگار تالیف،
جب عُلمار کے ایک گروہ نے
خوشنودئ ھنود
کی خاطر شعائرِ اسلام کو
پسِ پُشت ڈال دیا

○

مکتبہ رضویہ ○ لاہور

کتاب ——— الرشاد

مصنف ——— پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف

پیش لفظ (طبع پاکستان) ——— سید نور محمد قادری

کتابت ——— خوشی محمد ناصر قادری بنک کالونی سمن آباد لاہور

پروسس ——— برائٹ پروسس

صفحات ——— ۱۰۴

طباعت پاکستان (بار اول) ——— جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ / مارچ ۱۹۸۱ء

مطبع ——— آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس لاہور

تعداد ——— ۱۰۰۰

ناشر ——— مکتبہ رضویہ ۲/۴۴ سوڈھیوال کالونی ملتان روڈ لاہور ۲۵

قیمت ——— ۷-۵۰ روپے

مشمولات

○

اَلحَذَر!

اِس نازک دَور میں جب کہ قوم کا سیاسی شعُور پُختہ نہیں بعض حضرات "مُتحدّہ قومیّت" کے عَلَم بردار عُلماء کے کِردار کو محسنِ اسلام بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اَور شاید وُہ اِس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ غیر شعُوری طور پر نئی نسل کے دِل میں اُن کی محبّت قایم کر کے بِالواسطہ طور پر "مُتحدّہ قومیّت" کے تصوّر کو پھیلا رہے ہیں، یہ طرزِ عمل نہایت ہی خطرناک ہے۔

(تحریکِ آزادیٔ ہند اَور السّوادُ الاعظم
مطبُوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، صفحہ ۲۶)

○

اِعتراف

گورا رنگ، مضبوط جسم، گنجان ڈاڑھی، تیز و چمکدار آنکھیں، عمر پچاس کے قریب، بہار میں مکان ہے۔ علی گڑھ کالج میں دینیات کے پروفیسر ہیں۔ صوفیانہ مشرب رکھتے ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ تقریر ایسی تیز اور مسلسل کرتے ہیں جیسے ای آئی آر کی ڈاک گاڑی دورانِ تقریر صرف درود (شریف) پڑھنے کے لیے تھوڑی دیر میں وقفہ ہوتا ہے، ورنہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمالیہ کی چوٹی سے گنگا کی دھار نکلی ہے جو ہر دوار تک کہیں رُکنے اور ٹھہرنے کا نام نہیں لے گی۔ بیان کی ایسی روانی آج کل ہندوستان کے کسی عالم میں نہیں ہے۔ تقریر میں محض الفاظ ہی نہیں ہوتے بلکہ ہر فقرے میں دلیل اور علمیت کا انداز ہوتا ہے۔

خواجہ حسن نظامی: درویش جنتری سنہ ۱۹۲۳ء

بحوالہ ماہنامہ "کتابی دُنیا" کراچی شمارہ جنوری، فروری سنہ ۱۹۶۷ء

○

اللہ تعالیٰ نے سُنّی بریلوی عُلماء، جو مِلّتِ اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے، کو یہ توفیق دی کہ وُہ تحریکِ پاکستان اور دو قومی نظریہ کے مسلسل مؤید و حامی رہے۔ مولٰینا سُلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اُس زمانے میں بھی ہندو مُسلم اِتحاد کو غلط قرار دیتے تھے جب تحریکِ خلافت کی وجہ سے مُسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنا لیا تھا، وُہ کفر و اسلام کے اِتحاد کو خواہ وُہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے۔

شیخ محمد رفیق، سید مسعود حیدر بُخاری، نثار احمد چوہدری پروفیسر:
تاریخِ پاکستان مطبوعہ لاہور سنہ ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۲۷ ۔ ۳۲۸

عرضِ ناشر

مملکتِ خداداد ــ پاکستان ــ قدرت کی ایسی نعمتِ غیر مترقبہ ہے جس کا صحیح ادراک شاید ہم میں سے کسی کو نہیں ہے مسلمانوں کا یہ آخری حصار اور اُمیدوں کی آخری کرن ہمیں کسی نے طشتری میں سجا کر پیش نہیں کی بلکہ یہ صدیوں پر محیط طویل جدّوجہد، لاکھوں جانوں کے نذرانے اور ہزاروں عصمتوں کے خراج کا صلہ ہے۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء ہو یا تحریکِ پاکستان، انگریز کی سازشوں کا سامنا ہو یا ہندو کی عیاری کا، تحریکِ خلافت کی خوشنما آڑ ہو یا ہندو مسلم بھائی بھائی کا دلفریب نعرہ علماء کے ایک خاص طبقہ کو چھوڑ کر سوادِ اعظم کے نمائندہ علماء کرام نے تقریری، تحریری اور عملی طور پر عظیم جدّوجہد کی جس کا اعتراف نہ کرنا حد درجہ محسن کشی اور احسان فراموشی ہے۔

بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کے بعد تحریکِ پاکستان کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی اور قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانانِ برِصغیر کی بے مثال جدّوجہد نئی نسل کی آنکھوں سے بالکل اوجھل ہے مورّخین کی جگہ "تاریخ تراشوں" نے لے لی ہے۔ دِن کو رات اور رات کو دِن ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے مسلم لیگ کے موجودہ لیڈر اُن لوگوں کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کو تیار ہیں جو گاندھی اور نہرو کو اپنا مشکل کشا سمجھتے رہے۔ وُہ لوگ جو اپنے کردار کی وجہ سے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے کیئے جانے کے قابل تھے ہیرو بنا دیئے گئے ہیں۔

بحمداللہ تاریخ کے صفحات میں جو سچائیاں محفوظ ہیں اُنہیں مستقبل کے معماروں تک پہنچانے کے لیئے کچھ پیش رفت ہو رہی ہے۔ زیرِ نظر کتاب تحریکِ پاکستان کے صفِ اوّل کے رہنما پروفیسر سیّد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک علمی کاوش ہے جو آپ نے ہندو کے دامِ تزویر کے اسیر نام نہاد علماء کی جانب سے شعائرِ اسلام سے رُوگردانی کی مہم کے تار و پود بکھیرنے کے لیئے تالیف

کی ۔ فاضل مؤلف نے اس تاریخی رسالہ کے ہزاروں نسخے اپنی جیبِ خاص سے مسلمانانِ ہند کے
استفادہ و رہنمائی کے لیے تقسیم کیے۔

آج کہ متحدہ قومیت کے علمبردار اور تحریکِ پاکستان کے مخالف پھر اپنے اپنے بلوں سے
باہر آ رہے ہیں اور پاکستان کے غیور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خدانخواستہ
نظریۂ پاکستان باطل تھا۔ یا پھر مذہب سے بیزار اشتراکیت سے مسحور وہ طبقہ جو تمام علمائے کرام کو
بیک جنبشِ قلم تحریکِ پاکستان کا مخالف ثابت کر کے اہلِ وطن کو مسندِ ارشاد پر فائز اہلِ علم سے
بدظن کر کے، اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جنگِ آزادی
اور تحریکِ پاکستان میں علمائے حق کے تابناک کردار سے عوام کو روشناس کرانے کے لیے کوئی
دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ ہماری موجودہ کوشش اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم خاص طور پر جناب اسد نظامی صاحب (جہانیاں) کا شکریہ ادا کرنا ضروری
سمجھتے ہیں جن کی وجہ سے یہ نایاب نسخہ ہمیں میسّر آیا۔ مکرمی سید نور محمد قادری (رُکن، پاکستان
سُنّی رائٹرز گلڈ) بھی دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود پیش لفظ
تحریر فرمایا جس سے کتابچہ کی افادیت دوچند ہو گئی ہے۔ علاوہ ازیں جن حضرات نے ہماری رہنمائی
اور حوصلہ افزائی فرمائی، ان میں جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری بانی و صدر مرکزی مجلس رضا
(رجسٹرڈ) لاہور، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر سید معین الحق (ڈائریکٹر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
کراچی)، محمد جلال الدین قادری (مرتب خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس) جناب مختار جاوید،
رانا خلیل احمد (جہانیاں)، مولانا محمد عبد الوہاب خاں قادری (لاڑکانہ)، مکرمی خوشی محمد ناصر صاحب
قادری کے بے حد شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ کریم ان کے جذبۂ خیر کا احسن ترین اجر عطا
فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم۔

قمر الدّین

ناظمِ مکتبہ

پیش لفظ!

از

سید نور محمد قادری

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء-۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء)
سابق صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ، علی گڑھ یونیورسٹی کا شمار اُن نادرِ روزگار اشخاص میں ہوتا ہے
جو اپنے اَن مِٹ کارناموں کی بدولت حیاتِ جاودانی اختیار کر لیتے ہیں۔ مولانا، جامع شریعت و
طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ عصری علوم و فنون سے بھی بہرہ ور تھے۔ عربی زبان کے صرف عالم
ہی نہیں بلکہ اس کی اُن خوبیوں کے بھی رمز شناس تھے جو علم السنہ میں اس کے لئے مابہ الامتیاز
ہیں۔ اِس موضوع پر جب اُن کی کتاب "المبین" شائع ہوئی تو اُس نے مشرق و مغرب سے
خراجِ تحسین وصول کیا۔ اس عظیم کتاب سے مستفیض ہونے والوں میں حضرت حکیم الامت علامہ اقبال[1]
رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور مستشرق پروفیسر براؤن[2] جیسے اصحاب شامل ہیں۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں جب ترکِ موالات اور ہجرت کا ہولناک طوفان اُٹھا تو صاحبِ بصیرت
مسلمانوں کی حسِ ایمانی نے محسوس کیا کہ اگر اِس تحریک کے مضرات سے عامۃ المسلمین کو آگاہ
نہ کیا گیا تو مسلمان پائیں گے تو کچھ نہیں لیکن کھوئیں گے بہت کچھ۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے
بعد ساٹھ سالہ تگ و دو سے مسلمانوں نے اپنی جو علمی، دینی اور معاشی ساکھ بحال کی تھی اُس کے
نیست و نابود ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ محمڈن کالج علی گڑھ، اسلامیہ کالج لاہور اور اسلامیہ کالج
پشاور کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹانے کے نہ صرف منصوبے بن چکے تھے بلکہ باطل

طاغوتی اسلحہ سے لیس ہوکران تعلیمی اداروں پرحملہ آور بھی ہوچکا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسلم اِدارے اِس بے پناہ یلغار کی تاب نہ لاسکیں گے، اور پھر جائے تعجب یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک واردھا کے سادھو ساد کے اشارۂ ابرو پر ہو رہا تھا۔ خدا جانے اِس ساحرِ ہندی کے پاس کون سا جادُو تھا کہ بعض مسلمان اکابر اپنا دین وایمان اُس پر نثار کرنے کے لِئے ایک دُوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگ گئے۔ اُس دَور میں ان اکابر سے ایسے ایسے اقوال وافعال صادر ہُوئے کہ آج ساٹھ سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اُن کے مطالعہ سے خواص تو کیا ایک عام مسلمان کی گردن بھی شرم وندامت سے جُھک جاتی ہے۔ ان راہ گم کردہ رہبروں کے ان مُسلم کُش اور غیرت سوز اقوال وافعال کی صرف چند جھلکیاں مُلاحظہ فرمائیں اور اُن ہی سے اُس پُورے دَور کی حالت کا اندازہ لگالیں۔

۱۔ مولانا ظفر الملک علوی ایڈیٹر "النّاظر" لکھنؤ نے کہا:

"اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔" ۳

۲۔ مولانا شوکت علی نے اِرشاد کیا:

"صرف زبانی جَے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کروگے تو خدا کو راضی کروگے۔" ۴

۳۔ مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا:

"مَیں اپنے لِئے بعدِ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہُوں۔" ۵

۴۔ مولانا عبد الباری[1] فرنگی محلی نے کہا:

"گاندھی کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وُہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سرِ دست اِس شعر کے موافق ہے ؎

---

[1] حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ (م - ۱۹۲۵ء) نے آخر میں ایسے اقوال سے رجوع فرمالیا تھا۔ لہٰذا اُن کے اس قول کو صرف تاریخی واقعہ کے طور پر پڑھا جائے۔ (قادری)

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثارِ بت پرستی کر دی ۶؎

اِن رہنمایانِ گرامی قدر نے صرف اِس پر ہی بس نہیں کی بلکہ:

"جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند سے تقریریں کروائی گئیں، ایک ڈولی میں قرآنِ کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے، مسلمانوں نے قشقے لگائے، گاندھی جی کی تصویروں اور بُتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا، وید کو اِلہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔" ۷؎

اِن مسلمان علماء اور لیڈروں کو ذہنی طور پر اپنی مکمّل گرفت میں دیکھ کر گاندھی اور دیگر ہنود زعماء نے سوچا کہ اب مسلمانوں سے اُن کا اِمتیازی مذہبی شعار ——— گائے کی قربانی ——— یا ہندو کے الفاظ میں "گاؤ کُشی" ترک کروانا کوئی مشکل نہیں رہا، تو اُنہوں نے زور دے کر کہنا شروع کر دیا کہ مُسلمانوں اور ہندوؤں میں وجہ تفرقہ صرف اور صرف گائے کی قربانی ہے اور اگر مسلمان اِس "فعلِ قبیح" کو بند کر دیں تو مُسلمان اور ہندو ہمیشہ کے لِئے ایک ہو سکتے ہیں۔

کانگرسی ذہن کے عُلماء مثلاً ابُو الکلام آزاد اور مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ، جو شروع ہی سے اِس بارے میں ہندوؤں کے ہم نوا تھے، نے دام ہم رنگِ زمین بچھا کر اس تحریک میں شامل دُوسرے رہنماؤں کو بھی ہم خیال بنا لیا۔ اور ان نام نہاد مسلمان رہنماؤں کا سب سے بڑا فریضہ اور وظیفہ مُسلمان قوم سے گائے کی قربانی کو ختم کرنا ہی قرار پایا اِس مقصد کے لِئے بڑے بڑے پوسٹر شائع کِئے گئے۔ اور اُونٹوں کا جلوس نکال کر ان پوسٹروں کی تشہیر کی گئی۔ ۸؎

یاد رہے، یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ ہندوؤں نے گائے کی قربانی بند کرانے کی کوشش کی بلکہ وُہ تو سلطنتِ مغلیہ کے ختم ہونے کے بعد ہی سے اِس تگ و دو میں

مصروف تھے لیکن بھلا ہو علمائے حق مثلاً مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی، مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی اور مجدد عصر حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہم کا، کہ انہوں نے ہندوؤں کے ان مذموم ارادوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے "النور" کے شروع میں مولانا سید سلیمان اشرف صاحب فرماتے ہیں :-

"یوں تو مسلمانوں کا ہر رُکن مذہبی اہلِ ہنود کو چراغ پا کر دینے کا کافی بہانہ تھا لیکن بقر عید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو تلاطم اور ہیجان ان میں پیدا ہوتا اُس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے لیکن غیرت مند مسلمان اپنے اِس دینی وقار اور مذہبی استحقاق کے قائم رکھنے میں ہمیشہ استقلال و ہمت سے اُن کی ستم گاریوں کی مدافعت کرتے رہے۔

محض سفاکی و بے رحمی کو چند سال کے تجربہ نے جب کہ ناکافی ثابت کیا تو اہلِ ہنود تدابیر و حیل کی آمیزش اپنی جفاکاری میں ضروری سمجھ کر تدلیس و تلبیس سے بھی کام لینے لگے۔ چنانچہ ۱۲۹۸ھ ہجری میں اہلِ ہنود نے ایک عبارت استفتا مرتب کر کے بنام زید و عمر مختلف شہروں سے متعدد علمائے کرام کی خدمت میں روانہ کی۔

استفتا میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ موقع بقر عید پر گائے کی قربانی جب کہ موجبِ فتنہ و فساد ہے اور امنِ عامہ میں اس کی وجہ سے خلل آتا ہے اگر مسلمان گائے کی قربانی موقوف کر دیں تو کیا مضائقہ ہے۔

حضرات علماء نے نہایت مدلل طریقہ پر اس کا یہی جواب تحریر فرمایا کہ شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے اُس سے فائدہ اُٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے خوفِ فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیئے۔ بہ پاسِ خاطر ہنود یا خوفِ ہنود اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز روا نہیں۔

دو تین برس بعد پھر اسی قسم کا استفتا جاری ہوا اور پھر دربارِ شریعت سے یہی فتویٰ صادر ہوا۔ مولانا المفتی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا رسالہ النفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ ہجری کا تصنیف ہے اُسے ملاحظہ فرمایئے اور مجموعۂ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم مطالعہ کیجئے۔ ساری حقیقت واضح ہو جائے گی ——— علامہ چڑیا کوٹی مولانا محمد فاروق صاحب عباسی نے ایک رسالہ چھپوا کر شائع فرمایا جس میں دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اچھی طرح ثابت فرما دیا کہ اہلِ ہنود کا ادعائے باطل محض بے بنیاد ہے۔"[9]

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا سید سلیمان اشرف نے فاضل بریلوی کے جس فتویٰ "النفس[1] الفکر فی قربان البقر" (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) کا ذکر کیا ہے، اس کے شروع میں وہ استفتاء بھی درج ہے جو ہنود نے مسلمان علماء و فضلا کو ذہنی مغالطہ میں ڈالنے کے لئے مرتب کیا اور مختلف ناموں سے مختلف علماء کرام کی خدمت میں بھیجا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ استفتاء اور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے ضروری اقتباسات ذیل میں درج کئے جائیں تاکہ پوری صورتِ حال قارئین کے سامنے آجائے۔

استفتاء "کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ مذہبِ حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دینِ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقدِ اباحتِ ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت

---

[1] اسلامیانِ ہند کے استفادہ و رہنمائی کے لئے یہ تاریخی فتویٰ، بریلی شریف سے متعدد بار شائع ہوا۔ تحریکِ پاکستان کے اس باب کو محفوظ کرنے کے لئے اسے ۱۹۷۶ء میں مکتبہ حامدیہ، لاہور نے رسائل رضویہ، جلد دوم (مرتبہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری) میں شائع کر دیا ہے۔

قادری

نہ کھایا ہو، ہر چند کہ اکل اُس کا جائز جانتا ہے تو اُس کے اِسلام میں کوئی فرق
نہ آئے گا اور وُہ کامل مُسلمان رہے گا۔
گاؤکُشی کوئی واجب فِعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص
گاؤکُشی نہ کرے صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وُہ گنہگار نہ ہو گا
جہاں بِلا وجہ اِس فِعل کے اِرتکاب سے تو رانِ فِتنہ وفساد اور مقتضی بہ
ضررِ اہلِ اِسلام ہو اور کوئی فائدہ اِس فِعل پر مرتّب نہ ہو اور عملداری اہلِ
اِسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اِس فِعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے
یا یہ کہ بِلا سبب ایسی حالت میں بقصدِ اثارت فِتنہ وفساد اِرتکاب اِس کا
واجب ہے اور قربانی اُونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی۔ بیّنوا توجروا۔
از مراد آباد شوال ۱۲۹۸ھ ۱۰ع

اِمام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے اپنی مومنانہ
فراست وبصیرت سے جواباً جو کچھ اِرشاد فرمایا، اُس کے ضروری اِقتباسات مُلاحظہ ہوں۔
۱۔ "گاؤکُشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفسِ ذات کے لحاظ سے واجب نہیں
نہ اُس کا تارک باوجُود اِعتقادِ اباحت بنظرِ نفسِ ذاتِ فِعل گنہگار نہ ہماری
شریعت میں کسی خاص شے کا کھانا بالتعیین فرض مگر ان وجُوہ سے صرف
اِس قدر ثابت ہوا کہ گاؤکُشی جاری رکھنا واجب لعینہٖ اور اُس کا ترک حرام
لعینہٖ نہیں یعنی ان کے نفسِ ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے
کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکامِ مذہبی صرف اِسی قِسم کے واجبات و
محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا
ضروری وحتمی ہے۔ یوں ہی واجبات ومحرمات لغیرہا میں بھی اِمتثال و
اِجتناب اشد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں اور

اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بے تمسک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکّامِ وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملّت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بہ زورِ مخالفین گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظِ ناراضیِ ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اُس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذِلّتِ اسلام متصوّر نہ ہوگی کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی کیا اِس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہلِ مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلا وجہ وجیہہ اپنے لِئے ایسی دناءت و ذِلّت اِختیار کرنا ـــــــ ہماری شرع مطہر جائز فرماتی ہے؟ حاشا و کلا ـــــــ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ـــــــ نہ یہ متوقع کہ حکّامِ وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دُوسری طرف توہین و تذلیل روا رکھیں۔ سائل نے لفظ ترک لکھا ہے۔ یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے اُس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا کسی فِعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اُس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم پُوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں، یک قلم اِمتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پُوری کرنا اور مسلمانوں ـــــــ کے اسبابِ معیشت میں کمی یا تنگی کر دینا۔" [11]

(۲) باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اِس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد ہو"، ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہما گاؤ کشی کی قانوناً ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارتِ فتنہ و فساد اُس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وُہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور اس

امر کو ہماری شرع مطہر بھی روا نہیں رکھتی ـــــــــ اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ و فساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انہیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے ـــــــــ اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ و فساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزعم جہاں شرع ہم پر ترک واجب کردے گی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کرا دیں گے ـــــــــ بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے براہ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لیے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں'' ۔ ١٢

سنہ ١٢٩٨ھ/ سنہ ١٨٨٠ء کے بعد سنہ ١٣١٢ھ/ سنہ ١٨٩٤ء میں اس مسئلہ کو پھر شد و مد سے اٹھایا گیا تو علمائے حق کے بروقت دفاع سے یہ مسئلہ دب گیا لیکن ہنود کی درپردہ کوشش جاری رہی یہاں تک کہ سنہ ١٣٢٩ھ/ سنہ ١٩١١ء میں انہوں نے ہندوستان سے گاؤ کشی کو بند کرانے کے لیے گورمنٹ کو عرضداشت پیش کرنے کا منصوبہ بنایا اور کانگرسی ذہن کے مسلمان لیڈروں نے اُن کی اس عرضداشت پر دستخط کر دیئے تو اس کے ازالہ کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کی بریلی شاخ کے جائنٹ سیکرٹری سید عبدالودود صاحب نے ایک استفتا مرتب کیا اور اُسے علماء کرام کی خدمت میں اظہار حق کے لیے بھیجا۔ یہاں بھی علمائے حق مثلاً اعلیٰ حضرت بریلوی،

مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت اور مولانا نواب مرزا خاں وغیرہ نے اِس مسئلہ میں ہندوؤں کی اعانت کو ناجائز اور حرام قرار دیا۔ مسلم لیگ کی طرف سے جاری کردہ استفتاء اور اعلیٰحضرت بریلوی کا جواب ملاحظہ ہو۔

اِستفتاء از دفترِ مسلم لیگ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اِس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اِس غرض سے اُنہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے دستخط کرائے جارہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اِس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سُننے سے دستخط کر رہے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اِس مذہبی رسم کے جو شعائرِ اسلام میں سے ہے بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں" [13]

اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جواب میں فرمایا:۔

"فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مُبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے، اِس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے" [14]

الحمد للہ

گاؤکشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات اور ہندوؤں کا دفع شبہات

مسمی بنام تاریخی

انفس الفکر

فی

قربان البقر

مصنفہ

امام اہلسنت مجدد دین وملت حامی سنت ماحی بدعت اعلیحضرت مولنا مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب

قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ

باہتمام واشاعت جناب مولنا مولوی امجد علی صاحب اعظمی قادری

مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں طبع ہوا

بار دوم

قیمت ۵

ایک ہزار جلد

سرورق: رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی اشاعت دوم ۱۹۲۱ء

مسئلہ از مسلم لیگ ضلع بریلی مرسلہ سید عبد الودود صاحب سکریٹری لیگ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

نحمدہ و نصلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل اہل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انھوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروروں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جا رہے ہیں بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اس مذہبی رسم کے جو شعائر اسلام میں سے ہے بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عند اللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں۔ بینوا بالجواب بالتفصیل واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل۔

الجواب

گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے قال اللہ تعالیٰ والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ اونٹ گائے بیل ہم نے ان کو کیا تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ
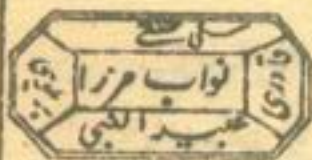
اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبید النبی نواب مرزا

عفی عنہ بجاہ المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

یہ تو تھی ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء تک کی سرگذشت، اس کے بعد وہ ناعاقبت اندیش مسلمان لیڈر جو ساحرِ ہندی کے بندۂ بے دام بن چکے تھے کھل کر ہندوؤں کی ہمنوائی کرنے لگے۔ مثلاً

مشیر حسین قدوائی نے اپنے ایک مضمون میں کہا:

"مسلمانوں کو از خود اجودھیا میں گائے کی قربانی بند کر دینی چاہیئے کیوں کہ اجودھیا ہندوؤں کا مقدس تیرتھ ہے اور وہاں گایوں کے ذبح سے اُن کی سخت دِل آزاری ہوتی ہے"۔ ۱۵

مسٹر مظہر الحق نے فرمایا:

"میں اس امر سے پورے طور پر متفق ہوں کہ مسلمان کانپور اور اجودھیا میں گائے کی قربانی سے محترز رہیں"۔ ۱۶

خواجہ حسن نظامی دہلوی نے تحریر فرمایا:

"ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤکشی سے اُن کی دِل آزاری ہوتی ہے لہٰذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں"۔ ۱۷

یہ تو تھیں ان نام نہاد مسلمان لیڈروں کی ذاتی آراء و رجحانات لیکن جب تحریکِ ترکِ موالات کے زمانہ میں نیشنلسٹ علماء و رہبرانِ گم کردہ راہ ذہناً اور جسماً مکمّل طور پر ہندو سیاست کی گرفت میں آگئے تو انہوں نے اِس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور ان ناعاقبت اندیش لیڈروں کو ترکِ قربانیِ گاؤ کی مہم کے لِئے اِستعمال کیا۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں آل اِنڈیا مسلم لیگ کا اجلاس زیرِ صدارت حکیم محمد اجمل خاں صاحب بمقام امرتسر منعقد ہوا خطبۂ صدارت میں زیرِ عنوان "گاؤکشی" آپ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ ایک حدیث میں اپنی طرف سے لفظ "بالشاۃ" کا اضافہ کر دیا۔ حالاں کہ اصل حدیث میں یہ لفظ موجود نہیں تھا۔ اصل حدیث اِس طرح ہے:-

"عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم
هلال ذی الحجة واراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ
واظفارہ"[1] ۱۸

اِس حدیث میں لفظ "بالشاة" بمعنی بکری کا اضافہ کر کے صدرِ مُسلم لیگ نے یہ تاثر
دینے کی کوشش کی ۔

"اِس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی
قربانی کا رواج تھا" (بلفظہٖ) ۱۹

مسیح الملک کے قلم سے یہ نارو اجسارت دیکھ کر صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ جناب مولانا پروفیسر سیّد سلیمان اشرف صاحب سکتے میں آ گئے اور اُن کے لئے
یہ باور کرنا مشکل ہو گیا کہ یہ الفاظ حکیم صاحب کے قلم سے نکلے ہیں، چنانچہ زیرِ نظر کتاب میں
"ایک حیرت انگیز عقدہ" کے عُنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں :۔

"صدرِ مجلس عالی جناب مسیح الملک حافظ محمد اجمل خان صاحب سے
فقیر ذاتی طور پر شرفِ نیازمندی رکھتا ہے ۔ اِس لئے یہ کہنے کا حق ہے کہ اِس
طرح کی تحریف ہرگز مسیح الملک کے قلم سے ہو نہیں سکتی ۔ عالمِ اسلامی میں طِبِّ
یُونانی کا اِس مجتہدانہ قابلیّت سے جاننے والا کوئی دُوسرا طبیب نہیں، پس
ایک وُہ ذات جو مُسلمانوں میں اِس وقت منفرد ہو جس کی زبردست شخصیت،
عالمانہ قابلیت، سنجیدگی و پختگیِ اخلاق، جس کی ذکاوت و فطانت، جس کی
شفقت علی الخلق، جس کی ہمدردی بنی نوعِ انسان اباً عن جدٍ ہر ایک کو تسلیم

---

[1] (ترجمہ) حضرت اُم سلمہ فرماتی ہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا ارشاد ہے کہ جو ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ کرے
تو وُہ بال کٹوانا اور ناخن ترانشا چھوڑ دے ۔

ہو وہ ایسی خفیف ورکیک حرکت کرے کہ کسی شخص کے کلام میں کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے اور اس کمی و بیشی سے اپنے حسب دلخواہ استدلال کر کے اپنا مدعا حاصل کرے۔ حاشا و کلّا ہرگز نہیں اور کبھی نہیں۔ چہ جائیکہ حدیثِ پیغمبرؑ ہو۔
واقع یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مدعی حدیث دان کے متعلق یہ خدمت کی گئی تھی۔ عالی جناب حکیم صاحب دیگر امور میں مصروف رہے۔ مدعی عالم حدیث نے نقلِ حدیث کے وقت ایک لفظ "بالشاۃ" کا بڑھا دیا اور الی آخرہٖ لکھ کر مطلب گو مگو کر گئے۔ ہاں دلیری کے ساتھ یہ استدلال کر گئے کہ عرب میں بکری کی قربانی دینے کا علی العموم رواج تھا۔ اس موقعہ پر حکیم صاحب سے یہ مساحمت ضرور ہوئی کہ اُس مضمون کو بعینہٖ اپنے خطبہ میں نقل فرما لیا۔ دیگر علماء جو اس وقت جوشِ لیڈری میں قربانی اُٹھایا چاہتے ہیں، مفید مدعا پا کر اس کی تحقیق کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔" ؎۲۰

سطور بالا میں مولانا سید سلیمان اشرف نے جو تحریر فرمایا ہے وُہ بالکل صحیح ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں بھی حکیم صاحب ایسی ناروا حرکت کے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے۔ تحریکِ خلافت و ترکِ موالات میں اُن ہی علماء کا دَور دَورہ تھا جو شروع ہی سے کانگرسی ذہن کے مالک تھے مثلاً مولانا احمد سعید، مفتی کفایت اللہ اور ابُو الکلام آزاد وغیرہم اور ان لوگوں کے نزدیک مطلب برآری کے لیے ایسی حرکت کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ ان ہی علماء میں سے کسی صاحب نے اس حدیثِ پاک میں "بالشاۃ" کے لفظ کا اضافہ کر دیا ہوگا اور حکیم صاحب نے اُن پر اعتماد کرتے ہوئے بغیر کسی تحقیق کے اسے بلفظہٖ خطبہ میں شامل کر لیا ہوگا۔

بہر حال علمائے حق نے ان ناعاقبت اندیش علماء کی سعیٔ انسدادِ قربانی گاؤ کا عموماً اور اس زیادت فی الحدیث کا خصوصاً نوٹس لیا۔ ان علماء میں سے مولانا سید محمد سلیمان اشرف، مولانا سید نعیم الدین مُرادآبادی، مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا عبد القدیر بلگرامی خصوصیت سے

قابلِ ذکر ہیں مولانا سیّد سلیمان اشرف صاحب نے اس موضوع پر لاجواب اور ایمان افروز کتابچہ الرّشاد نامی لکھا جو بڑے سائز کے ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں میں مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج سے طبع ہوا ہے۔ اس کتابچہ میں مولانا نے مسئلہ قربانی گاؤ اور انسدادِ گاؤکشی کے جملہ پہلوؤں پر عنوانات قائم کرکے سیر حاصل بحث کی ہے، چند عنوانات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ کانگرس اور مسلمان
۲۔ حقیقی و مستحکم اتحاد کی شکلیں
۳۔ برادرانِ وطن اور مسئلہ خلافت
۴۔ مسلمانوں کا سیاسی عزم
۵۔ ہند اور ہندو
۶۔ گاندھی اور ہمارے علماء
۷۔ حدیث میں تحریف
۸۔ احکامِ شرعیہ و نصوصِ صحیحہ
۹۔ گائے کی قربانی
۱۰۔ قربانی گاؤ کی اہمیّت
۱۱۔ شعارِ اسلامی کی بے وقری
۱۲۔ تعظیمِ گاؤ کی حقیقت وغیرہم

قربانی کے سلسلہ میں "احکامِ شرعیہ و نصوصِ صحیحہ" کے عنوان سے مولانا نے جو معلومات افزا اور ایمان افروز بحث کی ہے وہ ۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس قابل ہے کہ وہ پوری کی پوری نقل کردی جائے لیکن یہ مختصر سا تعارف اس کا متحمّل نہیں ہوسکتا، اس لئے چند اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

(ا) دینِ اسلام میں قربانی ایک مذہبی عبادت عہدِ قدیم ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ، علیہ کو اپنے نورِ نظر لختِ جگر فرزند کی قربانی کا حکم ہوا تھا۔ باپ نہایت خوشی سے بیٹے کو قربان گاہ تک لے جاتا ہے اور بیٹا بصد طرب خدا کے نام پر گلا کٹانے کے لیے قربان گاہ تک پہنچ جاتا ہے۔ باپ اور بیٹے کی یہ فدویت حق سبحانہ، کو پسند آتی ہے عین اُس موقع پر جب کہ جوشِ عبودیت و فدویت نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ خالق عزّ وجل پکار کر فرماتا ہے کہ حقِ اسلام تم دونوں نے ادا کر دیا۔ بیٹے کے عوض یہ ذبحِ عظیم حاضر ہے۔ یہ سارا واقعہ سورۂ صافّات کی اُن آیات میں ہے ——————

ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم سے بھی ایک موقع پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قربانی کی حقیقت پوچھی تو آپ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا (اور کہا) قال سنۃ ابیکم ابراہیم قالوا مالنا منھا قال بکلّ شعرۃ حسنۃ۔ —— آپ نے فرمایا کہ تمہارے پدرِ بزرگوار حضرت ابراہیم کی سُنّت اور طریق ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ ہم کو اِس قربانی سے کیا ثواب ہے؟ فرمایا ہر بال کے عوض میں ایک نیکی۔" [۲۱]

(ب) ہدایہ کتاب الاضحیہ میں ہے۔ الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحیٰ عن نفسہ والاضحیۃ من الابل والبقر والغنم قربانی واجب ہے ہر آزاد مسلمان، مقیم، صاحبِ مقدرت پر اپنی طرف سے عید الضحیٰ کے روز اور قربانی کے جانور اُونٹ، گائے اور غنم ہیں۔ یہ متنِ ہدایہ کی عبارت ہے۔ اب صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں۔ اما الوجوب فقول ابی حنیفہ ومحمد وزفر والحسن واحد الروایتین عن ابی یوسف

رحمهم اللہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام زفر و امام حسن رحمہم اللہ یہ سب وجوب کے قائل ہیں۔" ۲۲

"گائے کی قربانی" کے عنوان کے تحت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ مبارکہ سے ثابت کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گائے کی قربانی کی ہے۔

"امام مسلم، صحیح مسلم شریف میں ——— باسانیدِ کثیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ——— روایت کرتے ہیں۔ قالت فاتینا بلحم بقرٍ فقلت ما ھذا فقالوا اھدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ البقر۔

آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا یہ گوشت کیسا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بی بیوں کی طرف سے ہدی میں گائے لائے تھے۔" ۲۳

اس کے بعد مولانا "شعارِ اسلامی کی بیوقری" اور "مسلمانوں کی خودکشی" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"کس قدر حسرت و حیرت کا مقام ہے کہ ایک ذمہ دار معزز مسلمان اپنے مُنہ سے یہ کہے کہ "ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارے مُلکی بھائیوں کے دل گائے کی قربانی سے زیادہ دُکھتے ہیں" مسلمان مذہبی رُکن ادا کریں، اُس سہولت اور یُسر سے مستفیض ہوں جو انہیں خدا نے اس کے برگزیدہ رسول نے اپنی عنایت سے دیا، اپنے روپے سے خریداری کریں، اپنی ملکیت میں تصرف کریں، اپنی زمین اپنے مکان میں اس عبادت کو بجا لائیں۔ باوجود ان باتوں کے مُلکی بھائیوں کا دل بہت زیادہ دُکھ جائے۔ یہ مسلمانوں کی خوبیٔ تقدیر ———

مسلمانوں پر ہر طرح کی آفت عین عید کے دن لائی جائے۔ نمازِ عید سے وُہ رُکے جائیں، قتل وُہ ہوں۔ املاک اُن کے غارت ہوں، گاؤں اُن کے لُوٹے جائیں لیکن یہ سب دل نوازی اَور دل دہی، برادر نوازی اَور حقِ ہم وطنی مگر اہلِ ہنود[1] کے خیال اَور وہم کو بھی اگر ایک ذرا جنبش ہو جائے تو یہ ایسی دِل آزاری کہ جس کا خود ایک معزز ذمہ دار مُسلمان کو اعتراف ——— ایسا فیصلہ انتہا سے زیادہ مسلمانوں کی بدقسمتی کی دلیل ہے۔ اس کے سوا اَور کیا کہا جا سکتا ہے۔

گائے کا گوشت سارے عالم میں کھایا جاتا ہے۔ یُورپ، امریکہ، افریقہ، ایشیا ان تمام ممالک میں گائے کے ذبح کا رواج ہے ——— تمام فوجی چھاؤنیوں میں گائیں ذبح ہوتی ہیں مگر کسی نے آج تک کان بھی نہیں ہلایا۔

مسلمانوں کو گائے کی قربانی اَور گائے کے ذبح کرنے کا جو اختیار اکثر بلادِ ہندوستان میں حاصل ہے اُسے اس طرح اپنے ہاتھوں کھونا اَور اہلِ ہنود[2] کے قتل و غارت گری سے خوف زدہ ہو جانا اِسلام کو ذلیل کرنا، اَور دین کی توہینِ عظیم ہے ——— قربانی فی نفسہٖ مسلم، آزاد، مقیم، مستطیع پر واجب لیکن گائے یا اُونٹ یا بھیڑ بکری اُن میں سے بالتخصیص کوئی جانور واجب نہیں لیکن جب کہ گائے کی قربانی پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو روکا اَور بزور باز رکھنے کی پیہم اُنہوں نے کوششیں کیں تو اَب گائے کی قربانی مسلمانوں پر واجب ہو گئی اَور بہ پاسِ خاطرِ کفّار (یا) ہیبتِ کفّار سے گائے کی قربانی کا ترک کرنا حمایتِ دین سے رُوگردانی اَور حقوقِ مسلم سے بے پروائی ظاہر کرنا ہے۔ جو شریعت کے نزدیک گناہ ہے اَور سخت گناہ ہے۔ ۲۴

[1،2] "ارشاد" مطبوعہ مطبع خادم التعلیم میں اہلِ ہنود کی جگہ لفظ ہندوؤں رقم ہے۔ قادری

یہ تھیں چند جھلکیاں ۔ آئندہ صفحات میں مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ لطیف "الرشاد" تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے ۔

مکتبہ رضویہ، لاہور جناب سید سلیمان اشرف کی ایک اور تالیف "النور" بھی بہت جلد شائع کر رہا ہے ۔

سید نور محمد قادری
رکن مجلس عاملہ، پاکستان سنی رائٹرز گلڈ
۲۰۔ فروری ۱۹۸۱ء

چک ۵ شمالی، ڈاکخانہ چک نمبر ۵
ضلع گجرات

حوالہ جات

۱۔ گنجہائے گراں مایہ، از پروفیسر رشید احمد صدیقی مطبوعہ لاہور، ص ۱۴۱
۲۔ تذکرہ علمائے اہلسنت، از مولانا محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۰
۳۔ پاسبانِ مذہب وملت (تحقیقاتِ قادریہ) از محمد جمیل الرحمن مطبوعہ بریلی ۱۹۲۳ء اشاعت سوم، ص ۲۹
۴۔ ایضاً : ص ۱۷
۵۔ محمد علی ذاتی ڈائری (حصہ اول) از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء اشاعتِ دوم، ص ۱۰۷
۶۔ پاسبانِ مذہب وملت ۔ ص ۱۸، ۱۹
۷۔ مسلمانوں کا ایثار اور جنگِ آزادی، از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۸ء، ص ۱۴۲-۱۴۳
۸۔ ایضاً : ص ۱۴۲، ۱۴۳
۹۔ النور، از پروفیسر محمد سلیمان اشرف مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء، ص ۲-۳

۱۰۔ رسائل رضویہ (جلد دوم) از عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۵

۱۱۔ ایضاً: ص ۲۱۸، ۲۱۹

۱۲۔ ایضاً: ص ۲۲۲، ۲۲۳

۱۳۔ ایضاً: ص ۲۳۴، انفس الفکر فی قربان البقر مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء اشاعت دوم، ص ۱۹

۱۴۔ ایضاً: ص ۲۳۵، ایضاً: ص ۱۹

۱۵۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام (۱۹۲۰ء) از محمد عبد القدیر بلگرامی مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء اشاعت دوم، ص ۱۶

۱۶۔ ایضاً: ص ۱۷

۱۷۔ ترک گاؤ کشی۔ از خواجہ حسن نظامی مطبوعہ دلی ۱۹۲۰ء، ص ۲۰

۱۸۔ الرشاد۔ از پروفیسر محمد سلیمان اشرف مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۰ء، ص ۲۶

۱۹۔ ایضاً: ص ۲۵

۲۰۔ ایضاً: ص ۲۸، ۲۹

۲۱۔ ایضاً: ص ۵۱، ۵۲

۲۲۔ ایضاً: ص ۴۹

۲۳۔ ایضاً: ص ۵۸

۲۴۔ ایضاً: ص ۶۷، ۶۸، ۷۲، ۷۳

فَاتَّبِعُوْنِیْ اَهْدِکُمْ سَبِیْلَ

الرشاد

نوشتہ

فقیر محمد سلیمان اشرف

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوا ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۰ء

(آدم جی پیر بھائی منزل کالج سے شایع ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ اوّل

ان ارید الا

الاصلاح

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ واصحبہ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین ؁

استدعا فرزندان اسلام! فقیر بنوا نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ جلیل القدر اصحاب کی خدمت میں جو کچھ گزارش کرتا ہے اوسے ہر طرح کے جذبات سے خالی ہو کر محض مذہبی حیثیت اور دینی پہلو سے ملاحظہ فرمائے فراخ دل اور ٹھنڈے دماغ سے پڑھئے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اسی نتیجہ پر پہونچیں گے اور پھر عملاً اس کا ثبوت دیں گے کہ ہنوز آپ میں غیرت دینی باقی ہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھو حسبی ونعم الوکیل۔

ابتلائے عظیم

چند سال سے جس ابتلاے عظیم کے سیلاب نے اسلامی دنیا کی طرف رُخ کیا ہی اوس سے سارے مسلمانوں کی ہستی تنزلزل ہوگئی ہی اور ایک ایسا ناقابل برداشت صدمہ نہیں پہونچا ہے جس کا ازالہ یا جس سے نجات اون کی قوت وطاقت سے باہر ہے۔ لیکن اُن کی مقدس کتاب اُنہیں ہدایت کرتی ہے لاتقنطوامن رحمۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تم نااُمید ہنو) پھر سمجھاتی ہے لا تائیسو من روح اللہ انہ لا یائس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ (اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تم تو ناامید ہنو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ناامید ہونا تو قوم کافر کا خاصہ ہی) پھر وہی سچی اور پاک کتاب یوں تسلی دیتی ہے اور مصیبت سے رستگاری کی راہ بتاتی ہے یاقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا ویزدکم قوۃ الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین۔ (اے قوم تم اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو پھر اوس کی جناب میں رجوع لاؤ توبہ کرو کہ وہ تم پر خوب برستے ہوے بادل بھیجے گا اور تمہاری قوت وطاقت کو طرح طرح سے بڑھاوے گا اور سرکشی کرکے اوس سے تو پیٹھ نہ پھیرو) غرض مصائب کے وقت نافرمانوں کی روش اختیار کرنا ہوش وحواس کھودینا اضطراب وبیقراری کے ہاتھوں میں اپنے کو مبتلا کردینا اور شریعت غرہ کے دامن کو چھوڑ دینا اصول اسلام کے موافق نہیں بلکہ ابتلا وآفات کے وقت نہایت اخلاص اور بکمال عبودیت کے ساتھ اپنے مولیٰ عزوجل کی جناب میں رجوع لانا اور اوس کی نافرمانیوں سے منہ موڑ کر والہانہ اطاعت میں سرگرم ہوجانا نجات اور فلاح کا مجرب نسخہ ہے۔

قصص انبیا کا مقصد

قرآن کریم میں امم سابقہ کے جس قدر قصص بیان کئے گئے ہیں اون کا مقصد اُمت محمدی کی تعلیم وتلقین ہے

نافرمانوں کا اسباب غیر عادیہ سے ہلاک ہونا اور متبعین پیغمبر کا نجات پانا محفوظ و مامون رہنا ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ حق سبحانہ کے ساتھ اگر بندہ کا معاملہ صحیح ہے نسبت عبودیت راسخ و صادق ہی تو پھر اوس کے لئے فلاح و کامیابی حتمی ہی الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (آگاہ و خبردار ہو جاؤ کہ اللہ والوں ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے) انتہا یہ کہ اگر دفع مصائب کی طاقت مومنین کے دست و بازو میں نہو تو اون کے مولیٰ تبارک و تعالیٰ قادر مطلق کے حکم میں سب کچھ موجود ہے جس کا ظہور اس عالم میں بارہا ہوا ہی۔

حیات مسلم کا لمحہ بس اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ابتلا و مصائب میں مسلمانوں کی جماعت سوائے حق سبحانہ کے کسی اور طرف اپنا رخ پھیرے مسلم ہستی کی زندگی کا محور ہر حال میں وہی ہونا چاہیے جو اوس کے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے قل ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین یعنی (اے پیغمبر ان سے کہدو کہ میری نمازیں میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جو سارے عالم کا رب ہی) اس آیۂ کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مسلم کی جدوجہد اور اوس کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی شریک ہو۔ اسلام کا یہ وہ سعادت اندوز اصول عمل ہے جس نعمت سے بجز مسلمانوں کے سارے اہل مذاہب کا دامان عمل خالی ہے۔

مرد مسلم کی مثال صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت مروی ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشجر شجرۃ لا یسقط ورقھا و انھا مثل المسلم فحدثونی ماھی فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبداللہ فوقع فی نفسی انھا النخلۃ فاستحییت ثم قالوا حدثنا ماھی یا رسول اللہ قال ھی النخلۃ

یعنی د فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہی جس کے پتہ نہیں گرتے اور اوس پر موسم خزاں کا اثر نہیں ہوتا وہ درخت مسلمان کی طرح ہے بیان تو کرو کہ وہ کونسا درخت ہی صحابہ کرام جنگل کے درختوں کی طرف خیال کرنے لگے حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ دل میں آیا کہدوں وہ کھجور کا درخت ہی لیکن میں صغیر السن تھا بڑوں کے سکوت کو دیکھکر بولتے ہوئے مجھے شرم آئی پھر صحابہ کرام نے عرض کیا حضور ہی ارشاد فرمائیں وہ کونسا درخت ہی آپنے فرمایا وہ کھجور ہے) غور فرمایئے موسم خزاں کے آتے ہی درختوں پر حکم برگ ریز پہونچ جاتا ہی جس درخت کو دیکھو ننگا کھڑا ہے الا کھجور یہی حال مسلم کا ہے حوادث کا جونکا اس پر بھی آتا ہے لیکن ایسی حوادث وآفات جس میں دیگر اقوام وملل کے حواس جاتے رہتے ہیں عقل وشعور سے ننگے ہو جاتے ہیں مسلم اوس وقت میں بھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر ثابت قدم رہتا ہے استقامت وعزم اس کا خصوصی جوہر ہے پھر یہ بھی ہے کہ کھجور کا کوئی حصہ عربوں کے یہاں بیکار نہیں اوس کی شاخیں اوس کا تنہ اوس کی گٹھلی غرض کھجور کی ہر چیز کوئی نہ کوئی کام ہی آتی ہے اس درخت کا کوئی جز بیکار نہیں جاتا یہی حال حیات مسلم کا ہے اس کی زندگی کا کوئی حصہ بلکہ ایک لمحہ بھی رائیگاں اور عبث نہیں جاتا اس لئے کہ اوس کے عمل کا دوران للہ رب العالمین کے مدار پر ہے۔ برادران ملت! کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ اس موجودہ مصیبت میں آپ استقامت وصبر کا نمونہ پیش کر رہے ہیں یا اضطرار وبے صبری کا آپ مجسمہ بن گئے ہیں۔ اگرچہ آپ کا جواب یہ ہوگا کہ ہم صبر واستقامت سے بال برابر بھی نہیں ہٹے۔ لیکن کیا آپ کی اکثر تحریکیں آپ کے طریق عمل اس قول کے منافی نہیں؟

صبر کی شرعی تعریف شریعت نے صبر کی تعریف ہمیں یہ بتائی ہے

الصبر حبس النفس علیٰ مایقتضیہ العقل والشرع او عما یقتضیان حبسھا عنہ (نفس کے حملہ کو روک کر عقل و شرع کے مطابق کام کرنے کا نام صبر ہے) کیا اس وقت آپ جو کچھ کر رہے ہیں عقل اور شریعت کو اپنا راہ بر بنا کر کر رہے ہیں یا بے قراری کے ہاتھوں آپ اس طرح پھنسے ہیں کہ اپنے کاموں کے نتائج کی بھی خبر آپ کو نہیں۔ یہ سچ ہے کہ بزم عیش و عشرت کے لئے تنظیم و ترتیب اور آرائش و تزئین درکار ہے لیکن مجلس ماتم میں تو ہر چیز کی پراگندگی ہی زیب دیتی ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ صدائے مبارکباد و تہنیت اصول فصاحت و بلاغت کی خواہاں ہیں لیکن نالہ و شیون ان اصول کا رہین منت نہیں۔

چند غور طلب سوالات

لیکن اے میرے دوستو! شریعت مطہرہ ہر حال میں اپنے حقوق کا مطالبہ ہم سے کرتی ہے اور یہی وہ خصوصیت حیات مسلم ہے جس میں کسی دوسری قوم کا حصہ نہیں اسی نکتہ کو سابقاً عرض خدمت کر چکا ہوں۔ مسلم کا اضطرار بھی للہِ رب العالمین کے محور سے نہیں ہٹتا۔ اس کی بےچینی اس کی بے قراری سب اللہ ہی کے لئے ہے اور اوسی کی طرف ہے برادران اسلام! کیا اس موجودہ ہنگامہ اضطرار میں آپ اوس مرکز خصوصی سے متجاوز نہیں ہو گئے؟ کیا اس بےچینی میں آپنے اہل ہنود کا اس طرح دامن نہیں پکڑا جس سے آپ کا مذہب آپ سے فریادی ہو گیا؟ کیا اس اتفاق و اتحاد میں وہ اصول حکیمانہ جس سے اتحاد کی جڑ فی الحقیقت مضبوط ہو جاتی آپ سے نظرانداز نہیں ہو گیا آپ کو اختیار ہے کہ ان سوالوں کا جواب ایجاب میں دیں یا سلب میں لیکن اصل جواب تو وہی ہے جس پر واقعات و حقائق شاہد ہوں ٹھنڈے دل اور ٹھنڈے دماغ سے فقیر کی گزارش سنیئے۔

انواع اتفاق و اختلاف

اتفاق و اتحاد یا عناد و اختلاف کی دو قسمیں ہیں ایک

عرضی اور دوسری ذاتی یعنی ایک شے جب دوسری شے کے مخالف ہوگی تو اُسکی علت یا کوئی امر خارجی ہوگا یا ذاتی۔ اب جس جگہ دونوں کی حقیقت اور قوام ذات میں اتفاق ہو اور پھر دونوں میں اختلاف پایا جائے تو منشا اختلاف کوئی ایسا امر ہوگا جو حقیقت ذات سے خارج ہے اور اوسے عارض ہے اسی کو اختلاف عرضی کہتے ہیں۔ ایسی دو مختلف فیہ موجود میں اتفاق کی صورت یہ ہے کہ وہ امر خارج جو اوسے عارض ہے زائل ہو جائے یا زائل کر دیا جائے۔ جیوں ہی امر خارج کا انقلاع ہوگا ذاتی اتفاق ایک کو دوسرے سے متحد بنا لیگا۔ لیکن اگر دو چیزوں میں اختلاف باعتبار ذات اور قوام حقیقت پایا جاتا ہے تو جب تک اُن دونوں کی ذات قائم ہے اوس اختلاف کا مٹنا ناممکن ہے دو متغائر فی الذات کبھی اپنی حقیقت اور لوازم میں متحد و متفق ہو نہیں سکتے۔ تضاد و تغائر ذاتی کا یہی اقتضا ہے۔ ہاں ان دونوں کا اتحاد اگر ہوگا بھی تو منشا اس کا ذات نہوگی بلکہ کوئی امر خارج از ذات ہوگا جب تک وہ امر خارج ان دونوں میں موجود ہے دونوں متفق و متحد ہیں اور جہاں وہ خارج زائل ہوا یا زائل کیا گیا پھر ذات اپنی مقتضیات و لوازم کی طرف رجوع کر جائے گی۔

اسکی ایک مثال

غرض اختلاف عرضی میں اوس امر خارج اور عارض کا زوال اتفاق کا موجب ہے اور اختلاف ذاتی میں اوس امر خارج اور عارض کا بقا اتفاق کا موجب ہے روزمرہ کے معمولات اور عادتوں میں اگر لحاظ کیا جائے تو اس اصول کی ہمہ گیری اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ مثلاً بعض اوقات کوئی حقہ نوش جس کی طبیعت ثانیہ تنباکو سی بن گئی ہو بعض امراض میں مبتلا ہو کر حقہ کشی سے ایسا بیزار ہوا ہے کہ اوسکے دھوئیں سے بھی اوس کا دل گھبراتا ہے لیکن طبیعت جیوں ہی اصلاح پر آنا شروع ہوتی ہے اور آثار صحت ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ نفرت رغبت سے بدلنی شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر

مطالبات و مرغوبات نفس کا یہی حال ہے کہ بعض عوارض کے پیش آجانے سے اون میں ایسا جمود و سکوت پیدا ہو جاتا ہے جس سے یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ مطلوب و مرغوبِ نفس تھا ہی نہیں لیکن عارض کے دفع ہوتے ہی ایکبارگی نفس کا مطالبہ اس شدت سے ہوتا ہے کہ اگر احتیاط سے کام نہ لیا جاوے تو سخت نقصان یا تکلیف پہونچ جائے۔ غرض لحوق عوارض کے وقت ذات اور لوازم ذات کے مقتضیات سے اعراض و چشم پوشی نہ چاہیے۔ جو حالت کسی عارض کے سبب سے پیدا ہو جائے اُس پر اعتماد و اطمینان یا یاس و ناامیدی سزاوار نہیں۔

کانگرس اور مسلمان

مسلمانوں کا ایک وہ دور اگذرا جبکہ ہندو اور مسلمان کا اتفاق شل ذات اور دن کے اجتماع کے سمجھا جاتا تھا مسلمانوں کی تمام تر کوششیں اسی میں صرف ہوئیں کہ ہم میں اور اہل ہنود میں تغایر ذاتی ہے کفر و اسلام، ایمان و شرک میں تباین کلی ہے، کسی پہلو اور کسی حیثیت سے اتحاد کا نام بھی لینا ناقابل عفو گناہ ہے۔ اسی بنا پر کانگریس کی شرکت سے مسلمان الحذر الحذر پکارتے رہے کانگریس کی مخالفت میں تقریریں ہوئیں تحریریں لکھی گئیں دینی اور دنیوی حیثیتوں سے نہ صرف شرکت کانگریس بلکہ کانگریس جیسی آواز کا نکالنا گناہ عظیم قرار دیا گیا خوب خوب زور آزمائیاں ہوئیں دل کھولکر قوتوں کا صرف ہوا۔

مسئلہ انجذاب کی نسبت غلط فہمی

اوس وقت یہ نکتہ مسلمانوں سے نظر انداز ہو گیا کہ اگرچہ مسلمان اور ہندو میں مذہبی تغایر و تباین سہی لیکن خارجی امور یعنی حالات ملکی میں اتحاد ممکن و مفید۔ ملکی و تمدنی معاملات میں اتفاق نہ گناہ نہ اس میں کوئی حرج۔ خیر یہ غلطی اس حد تک نقصان نہ پہونچاتی اگر اسی کے ساتھ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو جاتا کہ ہمیں بھی بحیثیت ایک قوم اور ایک

جز ہونے کے اپنی ہستی قائم کر لینا چاہیے۔ مصیبت عظمیٰ ان پر یہ آئی کہ اُن کے لیڈروں
نے مسئلہ انجذاب کی خوبی انہیں بتائی اور یہ ایک غیر قوم میں جذب ہونا شروع ہو گئے
اہل ہنود باوجود شدید مخالفتوں کے بھی استقلال سے اپنی ہستی سنبھالنے کے درپے
رہے ان کی کوششیں مسلسل جاری رہیں اور اُنکے نہ تھکنے والے بازو برابر مصروف عمل
رہے۔ عرصہ دراز کے بعد جو مسلمانوں کی آنکھیں کھلتی ہیں تو اپنی ہمسایہ قوم کو صحیح الاعضا
ہر جوڑ بند سے مضبوط مختلف کاروبار میں مصروف پاتے ہیں وہاں سے پلٹ کر اپنی
قومیت پر جو نظر ڈالتے ہیں تو اوسے اس حال میں پاتے ہیں کہ ایک جسم بیجان ہی
جسکے بعض حصص میں کون و فساد کا عمل شروع ہو گیا ہے اب سخت گھبرائے بے حد
پریشان ہوئے اور مضطربانہ لہجہ میں اتفاق و اتحاد کی پیہم صدائیں بلند کرنی شروع کر دیں
لیکن اس وقت پھر ایک مغالطہ انہیں ہوتا ہے اور یہ ناقابل فراموش اصل ان سے
نظرانداز ہو جاتی ہے کہ اتحاد امر خارج میں ہونا چاہیے۔ ذاتیات میں نہ اتحاد ہو سکتا ہی
نہ ہونا چاہیے اور نہ ایسا اتحاد مفید ہے۔ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کا فرق اوٹھا
دینا اپنی ہستی پر اپنے ہاتھوں تیر چلانا ہے اگر اوس شعبہ میں جس کا نفع و نقصان دونوں
قوموں کے حق میں مساوی ہے اور جسے مابہ الاشتراک سے تعبیر کیا جا سکتا ہی متفق نہونا
کوئی غلطی ہے تو اوس حصہ میں جو ایک قوم کو قوم بناتی ہے اتحاد کی کوشش قومیت
کا نیست و نابود کرنا ہے اشتراک و امتیاز کی سرحدوں کو نمایاں رکھنا اپنی قومی ہستی کو قائم
و باقی رکھنا ہے نیز اس امتیاز کا کافی اور کامل لحاظ ملحوظ رکھتے ہوئے جو بنیاد اتفاق
کی ڈالی جائیگی وہ بہت زیادہ مستحکم و استوار ہوگی اوس بنیاد سے جس میں امتیاز و
اشتراک کی باہم آمیزش کر دی گئی ہو۔

ایک مثال | فرض کیجئے کہ ایک مکان ہے جس کے دو حقیقی بھائی وارث ہیں اور ہیں

کی ملکیت ہے اوہنیں کا اوس میں رہنا بسنا ہی ایک بھائی طبیب ہی اور دوسرا
وکیل ہر روز جبکہ صبح ہوتی ہے طبیب اپنے مطلب میں بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتا ہی امراض
کے نسخہ لکھتا ہے دوا اور پرہیز کی ہدایتیں دیتا ہی۔ دوسرا بھائی اوسی مکان کے
دوسرے حصہ میں بیٹھا ہوا اپنے فن کی خدمت میں مصروف عمل ہے متخاصمین کے
کاغذات دیکھتا ہے دعوے اور ثبوت میں نظر کرتا ہے قانون کی دفعات کی تطبیق
کرتا ہے۔ اگرچہ علم وفن اور طریق کسب دونوں کے غیر ہیں لیکن ادائے حقوق برادرانہ
میں کوئی فروگزاشت ہونے نہیں پاتی۔ اب بھائیوں میں مشورہ ہوتا ہے کہ جب
ماں باپ ہم دونوں کے ایک، ہم دونوں کا خاندان اور سلسلہ نسب ونسل ایک
ہم دونوں کی سکونت کا مکان ایک آسایش کی جگہہ ایک، باوجود اسقدر امور مشترکہ اور
متفقہ پھر یہ اختلاف پیشہ کیسا ایک کے شغل وفن سے دوسرا بے نیاز اور بے تعلق
کیوں ہو اس سے بوئے بیگانگی آتی ہے اور تخالف کی جھنک پائی جاتی ہے۔ آیندہ
سے ہم دونوں بلاتخصیص ایک دوسرے کے خصوصی پیشہ میں شریک رہیں اس قرارداد
کے بعد مریضوں کا نسخہ وکیل صاحب تحریر فرماتے ہیں اور اہل مقدمہ کی مرافعہ کی خبر
گیری وپیشی حکیم صاحب کرتے ہیں بھائیوں کے اس اتفاق واتحاد سے جو حالت اوس
مریض کی ہوگی اور جو نتیجہ اوس مقدمہ کا ہوگا وہ ظاہر ہے کیا یہ قرارداد ومفاہمہ
اون کے اتحاد کو مضبوط بنائیگا یا اتفاق واتحاد کی بنیاد متزلزل کردے گا عقل کا اقتضا
یہ ہے کہ شکست وریخت کی نگرانی مکان کا استحکام اوس کی وسعت اوس کی آرائش
اس میں دونوں بھائیوں کو شریک رہنا چاہیئے ورنہ مکان تباہ ہو جائیگا ویرانی
اوس پر چھا جائیگی یا اگر کوئی دوسرا اوس پر دعوی کرے یا قبضہ کرنا چاہے تو اونہیں
قوت متفقہ سے مدافعت کرنا ضرور ہے ورنہ دونوں کی ملکیت جاتی رہیگی لیکن

جب اون کے اپنے خصوصی عمل کا وقت آئے تو اوس میں اگر ایک دوسرے کا مشیر ہوا یا شریک بنا تو پھر یہ بھی تباہی ہے۔ یہی حال ملک ہندوستان اور قوم ہنود اور قوم مسلم کا ہے ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں ہنود اور مسلم دونوں برابر کے شریک ہیں ایسے سارے معاملات جن کا ہند کی صلاح وفلاح سے تعلق ہے اس میں دونوں کو متفق اللسان وہمزبان ہونا چاہیئے مدافعت آفات میں دونوں قوموں کے بازو بلا امتیاز قومیت ہمدردانہ ومساویانہ معاضدت سے ساعی ہوں۔ لیکن خصوصیات مذہبی میں ایک کا دوسرے سے بالکل علیحدہ اور بے تعلق رہنا ہی اولیٰ ہے۔ شادی غمی صحت ومرض تعزیت وعیادت اور ازیں قبل دیگر ضروریات زندگی میں ایک دوسرے کے مونس وغمگسار، ہمدرد وبہی خواہ رہیں مگر مذہبی امور میں ہنود مسلم کے مشیر اور شریک ہوں نہ ہنود کے مذہب میں مسلمان دخل دیں اگر اس میں بھی اتحاد کی کوشش ہوئی تو وہی نتیجہ سامنے آئیگا جو وکیل کی نسخہ نویسی سے مریض کو اوٹھانا پڑا۔

حقیقی ومستحکم اتحاد کی شکلیں

مذہب اسلام میں تنگ حوصلگی اور تنگ خیالی نہیں اسلام سلطنت وحکومت کے حال میں اپنی ذمی رعایا اور محکوم سے جبکہ مذہبی چھیڑ روا نہیں رکھتا اور کسی مذہب کو رعایا ہونے پر بھی اوس کے ادائے ارکان سے بزور مانع نہیں آتا تو پھر ایسی صورت میں جبکہ بحیثیت مساوی کسی زمین پر ہندو اور مسلمان آباد ہوں تو از روئے مذہب اونہیں کیا حق حاصل ہے کہ سلطنت غیر میں ہندوؤں کو مذہبی امور سے بزور وزبردستی مانع آئیں۔ اہل ہنود ہولی منائیں، رام لیلا نکالیں گنیش اوٹھائیں جو کچھ اون کا مذہب اون سے چاہتا ہے یا جسے وہ مذہبی رسم کہہ کر ادا کرتے ہیں بہ نہایت اطمینان

اور سکون سے انجام دیں، ہاں مذہب کو مسلمانوں کے چڑھانے اور چھیڑنے کا ذریعہ نہ بنائیں نہ اس طرح ان مراسم کو ادا کریں جس سے مسلمانوں کی مذہبی توہین ہوتی ہو اسی طرح مسلمان جب اپنا مذہبی رکن ادا کریں تو ایسی حالات وحرکات سے پرہیز کریں جو ہندوؤں کے اشتعال طبع کا موجب ہوں مسلمان اور ہندو دونوں فریق سچائی اور راستبازی سے قانون مراعات کا لحاظ و پاس رکھیں، ایک فریق کی تعمیل احکام مذہبی سے دوسرے فریق کی اشتعال انگیزی اور توہین نہونے پائے ہر تہوار اور موسم مذہبی میں فریقین کے سر برآوردہ اصحاب چند سال تک اس کا انتظام واہتمام رکھیں پھر وہی معمول ایک قانون ہوجائے گا اور انتظام کی زحمت بھی باقی نہ رہیگی۔ فریقین کے جہلا میں سے اگر کوئی حرکت ناسزا کا مرتکب ہو تو بجائے اس کے کہ فتنہ وفساد سے اوسے جواب دیا جائے فریقین کے سر برآوردہ اشخاص واقعی وحقیقی حالات کی تحقیق کریں اور اوس جہالت کرنے والے کو کافی سزا دیں کچھہ دنوں اگر یہی طرز عمل اور طریق معاشرت جاری رہیگی تو باہمی منافرت بہت کچھہ مٹ کر یک جہتی کا رنگ اختیار کرلے گی۔ مذہبی تعصبات سے اہل ہنود کا الگ ہوکر ملکی حقوق میں مساوی اختیارات مسلمانوں کو دینا طرز عمل میں انصاف ومساوات کی رعایت رکھنا اس رنگ کو پختہ اور سلسلہ کو پائدار بنادے گا لیکن نہایت افسوس اور دلی تاسف سے میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے اتحاد کی صورت جو اختیار کی ہے وہ محض ناپائدار اور ملمع ہے نیز اسی کے ساتھ مذہب کی رہی سہی عظمت مسلمانوں کی اولادوں نے اپنے ہاتھوں سے مٹادی۔

برادران وطن اور مسئلہ خلافت

مسئلہ خلافت میں ہندوؤں کے چند سر برآوردہ اصحاب نے جو زبانی شرکت واظہار ہمدردی کی پھر ہندوانیس ۱۹ مارچ کی

ہڑتال میں شریک ہوئے تو اب مسلمان نہایت بےچین ہیں کہ اس کے تشکر و امتنان میں کیا نچھاور کریں جو کچھ پونجی تھی اوس کا ایک کثیر حصہ ستیا گرہ کے موقعہ پر پہلے ہی نثار ہو چکا تھا جو رہ گیا تھا وہ پہلی ہڑتال ۱۱ دسمبر ۱۹۱۹ء کے شریک ہونے پر پیشکش کر دیا اب ایک نام اسلام رہ گیا ہے کاش کہ یہ محقر ہدیہ ہمارے ملکی بھائی قبول کر لیتے تو خوب ہوتا یہ کیسی مصیبت ہے کہ مسلمان کسی قوم کی طرف حصول مقصد کے لئے قدم بڑھاتے ہیں لیکن مقصد میں کامیاب ہونے سے پیشتر دین و ملت کو اوس قوم پر سے فدا کر دیتے ہیں پھر جو دامن اپنا دیکھتے ہیں تو مقصد و مطلب سے ویسا ہی خالی پاتے ہیں جیسا کہ پہلے تھا۔

کوتاہ بینی کے نتائج

۱۹۱۶ء میں جبکہ مسلم لیگ اور کانگریس میں مفاہمہ ہوا تھا اوس وقت اس دینی اور مذہبی مصیبت کا یعنی مسئلہ خلافت کا احساس بھی عام مسلمانوں نے نہیں کیا تھا۔ لیڈران مسلم بھی ملکی اور سیاسی بہبود میں اس طرح منہمک تھے کہ اس دینی خدمت کی طرف کوئی عملی حصہ نہ لے سکے اسی اثنا میں بیت المقدس بغداد و مطہر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا حرمین شریفین پر شریف مکہ کے پردہ میں انگریزوں کا دخل ہو گیا لیکن مسلمان لیڈر ہندوستان کی خیر خواہی میں بو سر بگریباں تھے تو پھر اونھیں سر اوٹھانا قسم تھا۔ اپنے اوسی مفاہمہ اور سمجھوتہ کو ہر طرح مخلصانہ اور صادقانہ ثابت کرنے میں ہمہ تن محو و مستغرق رہے اور اون کی تمام کوششیں اس میں صرف ہوئیں کہ اہل ہنود کو اچھی طرح اس کا یقین واثق ہو جائے کہ اگرچہ مسلمان کانگریس میں تیس بتیس برس بعد شریک ہوئے ہیں لیکن طے منازل میں وہ اولین کانگریسی سے کسی طرح کم نہیں۔ ۱۹۱۸ء کا کانگریس دہلی میں ہوئی مسلمانان دہلی اور اطراف دہلی نے جس گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا ہے وہ اون کی سچائی، راستبازی

اور شریفانہ ہموطنی کا ایک کامل نمونہ تھا اس عرصہ میں جو مشارکات جزئیہ اپنے اپنے موقعہ پر ہوتی رہیں اوسے نظرانداز کرتے ہوئے رولٹ بل کی طرف دیکھئے اس میں متفقہ اور مشترکہ آواز سے اظہار نارضامندی کرنا اور مسلمانوں کا اپنے آپ کو من کل الوجوہ ہنود لیڈروں کے ہاتھوں میں سپرد کردینا مسلمانوں کی جوش اتحاد و یکجہتی کا آئینہ ہے۔

مسلمانوں کا سیاسی عزم

رولٹ بل پاس ہوگیا ستیاگرہ کی ایجاد ہوئی مسلمانوں نے بڑھ کر لبیک کہا اظہار نارضامندی کے لئے ہڑتال کی تحریکیں ہوئیں بلا اختلاف سارے مسلمانوں نے اسے تسلیم کیا۔ اسی موقعہ پر جبکہ بعض عہدہ داران سرکاری بے احتیاطی اور غلط کاری کرجاتے ہیں اور واقعہ ایک دوسری صورت اختیار کرلیتا ہے اوس وقت بھی مسلمان ہندوؤں کے دوش بدوش رہے اور بلا تفریق قومیت ملک کی بہبود میں برابر کے شریک وسہیم رہ کر ملک کے اوپر سے قربان ہوگئے ان واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں نے جو قدم کہ کانگریس کی طرف بڑھایا تھا وہ محض اسمی و رسمی تھا۔ نہیں اوس میں عزم تھا اوس میں استقلال تھا اوس میں ایثار تھا واقعات نے ثابت کردیا کہ کسی موقع پر مسلمان اپنے ملکی بھائیوں سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہ رہے کیا یہ واقعہ نہیں کہ کانگریس مسلمانوں کے متفق و متحد ہوجانے سے بہت کچھ اپنے مقاصد و مطالب میں دفعۃً کامیاب ہوگئی۔ ۱۹۱۶ء میں ریفارم اسکیم کا ملنا اس اتفاق و اتحاد کا اولین ثمرہ ہے ہندوستان کے ساتھ جو خصوصیات ملی اور وطنی کہ اہل ہنود کو حاصل ہیں انھیں پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اتفاق و اتحاد سے کانگریس نے عملاً اپنی مذہبی دیار اور مقدس آثار کو اوس ذروہ کمال تک پہونچا دیا جہاں اسے برسوں میں پہونچنا ایک خواب

خوشگوار تھا۔

ہند اور ہندو اہل ہنود کی ہندوستان سے صرف یہی خصوصیت اور نسبت نہیں ہے کہ وہ یہاں کے باشندہ ہیں بلکہ اون کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اون کے مذہب کا تعلق اسی خاک اور اسی سرزمین سے مخصوص ہے اونکے مذہبی مقامات اون کی مذہبی یادگاریں اون کے مذہبی پیشوا غرض مذہب اور متعلقات مذہب جو کچھ ہندوؤں کا سرمایہ ہے سب کچھ اسی خاک ہند میں ہے مذہبی حیثیت سے اہل ہنود کا کسی گوشۂ عالم سے کوئی تعلق نہیں پس حکومت ہند اور فلاح ہند میں اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو ہندوؤں کا نہ صرف معاشرتی اور تمدنی فائدہ ہے بلکہ مذہبی حیثیت سے ایسی اہم خدمت دینی اور سعادت مذہبی کا ہندوؤں کو ملنا ہے جس کا عوض اور بدل کچھ اور متصور بھی نہیں ہوسکتا۔ ایسی صورتیں مسلمانوں کا جان و مال سے عملاً اہل ہنود کا شریک ہوجانا اور اون کے پہلو بہ پہلو موت کا پیالہ پینا کیا تشکر و امتنان کا مستحق نہیں۔ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ ملکر اونکے مقدس مقامات کے لئے جان تک دے چکے اب اگرچند سربرآوردہ ہندو صرف زبانی شرکت مسلمانوں کے مقدس مقامات کے متعلق کرتے ہیں تو یہ عوض از روے انصاف بہت ہی کم ہے۔ مسلمان لیڈر کیوں مسلمانوں کو اسقدر ذلیل اور اون کے خون کو رائیگاں بتانے کے لئے سرگرم ہیں ایک مسلم کی جان جو قیمت رکھتی ہے اوس کا اندازہ صرف اس سے کیا جا سکتا ہے کہ خود اون کے پیدا کرنے والے نے جب اون کی جانوں کو طلب کیا ہے تو اوس کا معاوضہ جنت سے کم اوس مالک الملک احکم الحاکمین کی جناب سے بھی نہ قرار پایا۔ کیا یہ آیۃ مسلمانوں کو یاد نہیں۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالھم بان لھم الجنۃ تحقیق اللہ تعالیٰ

نے مومنین کی جانوں کو اور مالوں کو جنت کے عوض میں خرید فرما لیا ہے) ایسی قیمتی جانیں جب ستیاگرہ کے موقعہ پر قربان کی جا چکی ہیں تو کیا ان کا صحیح عوض صرف زبانی ہمدردی ہے صد افسوس مسلمانوں کی بدبختی اور کس مپرسی پر کہ ان کی جانوں کی تو قدر نہ کی جائے اور چند ہندوؤں کی زبانی ہمدردی پر مسلمان شعار توحید اور شعائر اسلام قربان کر دیں۔

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

فدائیان وطن مسلم اور ہنود کے اتفاق و اتحاد کا مقصد تو یہ تھا کہ اغراض سیاسی و ملکی میں دونوں قومیں یک زبان ہو کر مطالبہ پیش کریں اور دونوں ہاتھ ایک بن کر انتظامات میں شریک ہوں اس اتفاق کا یہ مطلب تو ہرگز نہ تھا اور نہ ہونا چاہیے کہ مسلمان مسلمان نہ رہیں اگر اس صدی کے مسلمانوں کے نزدیک اون کا دین اون کی شاہ راہ ترقی میں سنگ راہ ہے تو اونہیں اس کا اختیار ہے کہ اس صراط مستقیم اور اس دین قویم سے اپنے کو علیحدہ کر لیں اور جو مذہب اونہیں دنیاوی تمتعات سے مالامال کر دے اوسے اختیار کر لیں لیکن اس کا اُنہیں اختیار نہیں کہ اپنے کو مسلم اور مومن کہہ کر قوانین ایمان اور شریعت اسلام میں اصلاحیں دیں اور ایک مذہب ممزوج اور ایک دین مرکب ایجاد کریں، اس نئے دین سے وہ مقدس اسلام جسے آج سے چودہ ۱۴۰۰ سو برس قبل ہمارے پیغمبر روحی فداہ لائے تھے اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہے اور مثل دیگر ادیان باطلہ اسے بھی ایک دین باطل کے لقب سے خطاب کرتا ہے۔

مساجد کی بے حرمتی

مسلمانو! ذرا انصاف سے کام لو تم نے مساجد کی کیسی بے حرمتی اپنے ہاتھوں سے کی ہے کیا مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ نجس و ناپاک کا مسجد میں جانا شرعاً سخت ممنوع ہے۔ اہل ہنود کے مذہب

میں بجز مسلمانوں کے وجود کے اور کوئی شئے نجس نہیں علاوہ نجاست کفر و شرک کے وہ دیگر نجاست ظاہری سے آلودہ رہتے ہیں اونہیں تم مساجد میں لے گئے ممبر یا کبرہ جو ساری مسجد کا ایک ممتاز مقام ہے اوس پر تم نے ہنود کو جگہ دی تبلیغ و ہدایت کے لئے اون سے مصر ہوئے ذرہ ایمان کو سامنے رکھ کر کہنا کہ ممبر کس کی جگہ تھی اور اوس پر سے کس کی صدائے تلقین و تبلیغ بلند ہوئی تھی اور تم نے اس عظمت کو کس بیدردی سے پامال کیا۔ ہنود مساجد میں توحید کی آواز سننے اور مشرکانہ اعمال کی خطاکاری سمجھنے اور ہدایت پانے کے لئے اگر جاتے یا لے جائے جاتے تو سہو اور غلط کاری کا ایک بہانہ بھی تھا۔ لیکن خاص خانہ خدا اور توحید کے مکان میں مبلّغ کی حیثیت سے ہنود کو سربلندی بخشنا اس صدی کے مدعیان اسلام کا خاصہ ہے۔

وضع الشئے فی غیر محلہ مسلمان خود مندروں میں گئے مساجد چھوڑ کر وہاں نمازیں پڑھی گئیں دعائیں مانگی گئیں۔ کیا بت خانہ میں عبادت کا زیادہ ثواب ہے یا صنم خانہ میں دعا مقبول ہوتی ہے؟ اس سے زیادہ ستم تم نے یہ کیا کہ ہندوؤں نے تمہیں چندن کا ٹیکہ لگایا تمہاری جبین توحید پر شرک کا قشقہ کھینچا گیا۔ ستیاگرہ کے دن مسلمانوں نے مہاتما گاندھی کے حکم سے روزہ رکھا یہ سارے مظالم مسلمانوں نے پاک مذہب اسلام پر اسلئے نازل کئے کہ ناراضگی رولٹ بل پر مسلمانوں کا متفق اللسان ہونا ثابت ہو جائے۔ ابھی تک خلافت کمیٹی کی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی ہندوؤں کا زبانی ترانۂ ہمدردی آپ کے کانوں تک پہونچا بھی نہیں تھا لیکن جوش اتحاد ہر آن آپ کو مرکز توحید سے بعید کر رہا تھا اور جذب کی کشش ہر لمحہ قوی تر ہوتی جاتی تھی چپکے چپکے خاص حلقوں میں اہل ہنود کے ساتھ عقد نکاح

کی گفتگوئیں شروع ہوگئیں آج سے چار برس قبل ایک روشن خیال لیڈر نے ایک تحریک صریح نص قرآن کے خلاف پیش کی تھی اب اوس کی تائید میں آوازیں اوٹھنے لگیں لیکن وحشت عوام کا لحاظ کرتے ہوئے مناکحت کی صدا دھیمی اور محدود حلقہ میں رکھی گئی وید الہامی کتاب تسلیم کر لی گئی کرشن جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب مان لیا گیا ثبوت میں رسالہ لکھا گیا اشاعت کے لئے عوام کا ذرہ ایمان واسلام ابھی مانع ہے اس طرح پہلے ہی قدم پر مسلمانوں نے اپنے ملکی بھائیوں کو مشرکین اور بت پرستوں کی صف سے نکال کر اہل کتاب کی صف میں لاکر داخل کر دیا۔ علی الاعلان بار بار بنہایت پُرزور الفاظ میں یہ اقرار کیا گیا کہ سب سے پہلے ہم ہندوستانی ہیں اسکے بعد جو کچھ بھی ہیں سو ہیں۔ مادر وطن کا خطاب ملک ہند کے لئے اور فرزند سپوت کا لقب اپنی ذات کے لئے مسلمانوں کا تکیہ کلام بن گیا۔

ناروا مذہبی جذب وانجذاب

بدایوں جیسے شہر میں ایک جلسہ منعقد ہوتا ہے ایک معزز ہندو یہ تحریک پیش کرتا ہے کہ امسال رام لیلا مسلمانان بدایوں منائیں اور محرم میں تعزیہ داری ہندو کرینگے کسی مسلمان کو یہ توفیق نہیں ہوئی جو کھڑے ہو کر اس کی شناعت از روے مذہب بیان کرتا۔ ہولی کے موقعہ پر خوب مسلمانوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ (یعنی اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے) اسے چھوڑ کر ہولی کے رنگ سے کپڑے رنگین کئے گئے۔ غرض اس طرح کی خرافات کا کہاں تک ذکر کیا جائے ہر جگہ ایک نئی شان سے اہل ہنود پر مسلمان اپنا دین اپنا مذہب نچھاور کر رہے ہیں

توحید باری کی بے حرمتی

لیڈران قوم آپ ہی ارشاد فرما دیں کہ یہ افعال کیا آپ کا اضطرار ظاہر نہیں کرتے کیا ان حرکات

سے پراگندگی حواس نہیں سمجھی جاتی۔ کیا اس طرز عمل کو آپ للہ رب العالمین کہہ سکینگے
کیا ان اعمال کا ارتکاب دین قویم اور ملت حنیف کا احیا قرار دینگے کیا ان امور کو
حسب منشاء تعلیم الٰہی اور ارشاد مصطفوی آپ ثابت کرسکیں گے حاشا وکلا ہرگز
نہیں اور کبھی نہیں۔ جذبات سے خالی ہوکر ذرا غور تو فرمائیے ان شنیع اعمال کی ایک
لمحہ جانچ تو کیجئے معیار شریعت پر کھرے کھوٹے کو پرکھئے تو سہی تحسبونہ ھیناً وھو عند اللہ
عظیم (تونے اسکو ایک ہلکی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی) ٹیکہ ہو یا قشقہ، چندن
کا ہو یا زعفران کا توحید کی پیشانی پر شرک کا داغ ہے، حرام ہے اور قطعاً حرام۔ نیز
عوام کے ایمان کا خطرہ[1] ہے۔ انصاف کیجئے ان ایام جنگ میں جب یہ سوزناک
خبریں آتی ہیں کہ مسلمانوں کی پیشانیوں پر ظالم عیسائیوں نے زبردستی صلیب کے نشان
بنائے تو ہم بیتاب ہوجاتے ہیں کہ ہائے افسوس موحدین پر یہ کیسا ستم ہے جبین توحید
پر تثلیث کی علامت یہ کیا غضب ہی لیکن ہمیں خبر نہیں کہ جس طرح صلیب تثلیث کا شعار
ہی اوسی طرح ٹیکہ یا قشقہ شعار کفر و شرک ہی۔ مسلمانو تم نے مسلک توحید کی علانیہ بیحرمتی
کی اور طرفہ یہ کہ پھر تمیں اس پر ناز بھی ہے گویا ایک بہت بڑی سعادت تھی۔ جو
مسلمانوں کو خاک ہند نے اب عطا کی ہے یہ ٹیکہ اور قشقہ نہ تھا بلکہ مادر وطن کی طرف
سے ایک سند فرزندی تھی۔ لیڈران قوم کیا ازروئے شریعت مطہرہ صلیب اور قشقہ
میں آپ فرق جواز اور عدم جواز کا ثابت کرسکتے ہیں اسی طرح اہل ہنود کے تہوار اور
مذہبی میلہ میں جانا اوس کی رونق بڑھانا آپ جائز ثابت کرینگے ذرا شریعت کی کتابوں
سے پوچھئے کہ وہ عید اہل ہنود کی رونق بڑھانے والے کو کیا کہتی ہیں۔ الحمد للہ لیڈران
قوم میں بعض افراد علماء دین بھی شامل ہیں اونہیں سے پوچھئے کہ امور مذکورہ بالا اللہ اور اوسکے
رسول کے فتوے سے کیا ثابت ہوتے ہیں ان امور سے آیا مذہب کی حمایت ہوئی یا دین کی بیخکنی ہوئی

[1] قابل اعتماد ذریعے سے یہ خبر سنی گئی کہ کانکا بندر دہلی کے پوجا میں جوق درجوق مسلمان ہندوؤں کے ساتھ ریوڑی
چڑھانے میں شریک تھے اور دیگر مراسم کے ادا کرنے میں قدم بقدم ۱۲

مسلمانوں کی مذہبی سہل انگاری

مسلمانوں کی انتہائی بدقسمتی یہی ہے کہ یہ کسی غیر قوم کی طرف اس غرض سے بڑھتے ہیں کہ اپنی حیات دنیا سنوارنے کا طریقہ اوس سے سیکھیں لیکن اس سے پیشتر کہ اون وسائل واسباب پر انہیں دسترس ہو دین و مذہب پہلے کھو بیٹھتے ہیں مسلمانوں کا ایک عہد عیسائیت کے ساتھ تعشق و شیفتگی کا تھا مسلمان ہمہ تن اوس میں حلول و جذب ہو جانے کے لئے بیتاب تھے لیڈران قوم نے اوس وقت نہایت بلند آہنگی سے یہ صور پھونکا تھا کہ اگر باعزت وحرمت دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو یورپ میں جذب ہو جاؤ مسلم ہستی بذات خود قائم ہو ہی نہیں سکتی اسلامی انداز جلد سے جلد چھوڑ دو اور یورپ کے اسلوب اختیار کرو۔ پھر کیا تھا مسلمانوں کی شکل وصورت لباس و پوشاک طرز ماند و بود غرض ہر ایک شعبۂ حیات میں یورپ ہی کی تجلی تھی۔ حتیٰ کہ نام تک یورپین تلفظ واملا میں شامل کر لیا گیا۔ ارکان اسلام سے بیگانہ وشی لوازم تہذیب و تعلیم قرار پائے۔

مسلمانوں کی دوسری کروٹ

اب چند سال سے ایک نیا دور شروع ہوا مسلمانوں نے دوسری کروٹ بدلی تو اس کی تلاش ہوئی کہ اس مرتبہ کس قوم میں ملکر فنائے کلی کا مرتبہ حاصل کیا جائے تاکہ رہی سہی علامت اسلامی بھی مٹ جائے۔ بارے اس مرتبہ زیادہ سرگردانی کی نوبت نہ آئی پاس ہی ملک میں ایک قوم ہمسایہ مل گئی نہایت اطمینان سے اوس میں جذب ہونا شروع ہو گئے لیڈروں نے پھر اوسی تلقین کا اعادہ کیا کہ تم ہیچ، تمہارے مذہبی دستور العمل ہیچ، تمہارے اسلاف کے کارنامے ہیچ، خبردار مسلم ہستی کو بذات خود قیام کی کوشش سخت حماقت و بے غیرتی ہے یہ زریں موقعہ ہاتھ سے نہ جانے پائے

احسان مانو کہ اپنی رہی سہی قومیت مٹانے کے لئے ہمیں دور نہ جانا پڑا خود اپنے ہمسایہ میں ایک ایسی قوم مل گئی جس میں جذب ہو کر ہم نیست و نابود ہو سکتے ہیں مسلمانوں نے بھی لیڈروں کی اس تلقین پر لبیک کہا اس دَور سے پیشتر عیسائیت میں جذب ہونے کے لئے مسائل شرعیہ میں طرح طرح کی تحریفیں کی گئیں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے مطالب میں عجیب و غریب معنی آفرینیوں سے کام لیا گیا۔ اس دَور جدید میں ہندوؤں کے لئے وہی باتیں کی جا رہی ہیں۔ سب کا بہت بڑا حصہ یورپ پر سے نچھاور کیا جا چکا تھا جو باقی تھا وہ نہایت فیاضی سے "ایک شریف قوم" نے پہلے ہی قدم اتحاد پر قربان کر دیا اب کہ اہل ہنود نے زبانی ہمدردی مسئلہ خلافت میں مسلمانوں سے ظاہر کی ہے ایک دو ہندوؤں نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ سر دینے کو موجود ہیں ان پر کیف نغمات پر مسلمان تاسف و تحسر سے ہاتھ مل رہے ہیں کہ اب کیا باقی رہا جسے اُس کے معاوضہ میں قربان کیا جائے۔

افسوس ہے مسلمانوں کی بدعقلی اور خام کاری پر دنیا طلبی اُن پر ایسی چھائی کہ دین کی تباہی اپنے	بئس ما شتروا به انفسهم

ہاتھوں سے کرنے لگے اور اس کا احساس و شعور تک او ہنیں نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں مسلمانوں کا حقیقی نصب العین دین و مذہب اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہی دنیا اُن کے پاس دین کی رونق اور مذہب کی خدمت کے لئے ہے جب دین و مذہب ہی نہ رہا تو ملعون ہے وہ سلطنت جو ایمان کے عوض میں ملے اور صد ہا لعنت ہو اوس حکومت پر جو اسلام بیچ کر خریدی جائے۔

فرزندان اسلام اگر خدا کی قوت و	لمن الملك اليوم؟ لله الواحد القهار

قدرت اوس کی نصرت وفتح کی حیرت افزا آئین کا کفار انکار کریں تو کرنے دو لیکن تمہیں تو اوس پر اعتماد واثق چاہیے۔ ساری دنیا کا تم مقابلہ کر سکتے ہو تمام عالم پر تم غالب آسکتے ہو قوت فکریہ اور طاقت دماغی سے ایک جہان کو مسخر کر سکتے ہو تدابیر وحیل سے ساری ہستی کو مطیع بنا سکتے ہو لیکن یہ یاد رکھو کہ تمہاری ہر وہ شان جو اکنافِ عالم کو مرعوب کرے، تمہاری ہر وہ ایجاد جس سے کرۂ عالم کانپ اوٹھے، تمہاری وہ قوت فکریہ جس سے مشرق و مغرب میں زلزلہ پڑ جائے، اوس واحد قہار کے ایک حکم کے آگے مکڑی کے جالے اور پرکاہ سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔

مایعلم جنود ربک الا ھو اوس کا بھیجا ہوا وہ طوفان جس نے قوم نوح کو صفحۂ ہستی سے فنا کر دیا اوس کی وہ فوج جو کبھی کسی اُمت پر صاعقہ بن کر گری، کبھی آندھی کی صورت میں آئی اور قوموں کو اوڑا لے گئی، کبھی زلزلہ ہو کر آئی، کبھی خسف ہو کر نمودار ہوئی، آج وہ اور اوس کے علاوہ بے شمار فوجیں تیار ہیں و مایعلم جنود ربک الا ھو خدا کے لشکروں کو اوس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا وہ جب چاہے اپنی کوئی فوج بھیجدے اور چشم زدن میں عقلاء دہر اور سلح شورانِ عصر کی ہستی اور اون کے آثار کا وجود خاک سیاہ اور نیست و نابود کر دے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اپنے بندوں کی نصرت اون کے مولےٰ تبارک و تعالےٰ نے کس طرح فرمائی ہے اوس پر یقین رکھئے سرکش باغیوں کو کس طرح تباہ و برباد کیا ہے اس سے اُمید کا دامن ہاتھ میں لائے قرآن شریف کے قصص، واقعات و حقائق ہیں افسون و افسانہ نہیں پھر آپ حمایت دین کا نام لیکر دین کو کیوں مٹاتے ہیں توحید کے علم بردار ہو کر شرک کی اعانت کیوں

کرتے ہیں وہ دلوں کے بھید جانتا ہے اوس سے معاملہ صادق رکھیے ہم جانتے ہیں کہ تم
مسلمان ہو، تمہارا خدا پر اوس کی صفات پر ایمان ہے تم اوس کے رسول کے شیدائی
اور اوس کے بھیجے ہوئے دین کے فدائی ہو اس وقت جو مصیبت کا پہاڑ تم پر آپڑا ہے
اوس نے تمہیں ششدر و حیران کردیا ہے اور اس پریشانی میں تم سے غلط کاریاں
ہو گئی ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ لا ملجأ ولا منجأ منہ الا الیہ
پڑھ کر سنبھل جاؤ یہ ساری آفتیں دین سے بے پروائی اور مذہب سے تغافل شعاری
کی بدولت نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے ہمیں توبہ و استغفار پڑھ کر خدمت دین کی
طرف عملاً متوجہ ہو جانا چاہیے مسلمانوں کے قلوب اس وقت گداز ہو رہے ہیں سچی
خدمت دینی کا نقش ان میں جماؤ، نا امید نہو، خدا کے سوا کسی اور کا سہارا نہ پکڑو
جو کچھ ہے اوسی کی طرف سے ہے اور اس سے پناہ اوسی کی اور صرف اوسی کے
دامن رحمت میں ہے۔

سانس تک آس طبیب معالج ایک مریض جاں بلب کو دوائیں اوس وقت
تک دیے جاتا ہے جب تک آخری سانس باقی ہے اوس کا
کام معالجہ ہے حیات بخشی نہیں۔ تم بھی بدحواس ہو کر دینی خدمت سے مایوس نہو جاؤ
تمہارا کام آخر وقت تک انجام خدمت ہے۔ اثر بخشی اور پذیرائی خدمت اوس کے
اختیار میں ہے جس کے تم غلام ہو اور جس کا بھیجا ہوا یہ دین ہے۔

بے انصافی اور تحریف اب آخر میں تمہیں اوس غلطی سے متنبہ کرتا ہوں جس میں کمال
بیباکی سے مسلم لیڈروں نے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک
جھونکنے کی کوشش کی ہے اور قربانی جیسے اہم رکن مذہبی کو اہل ہنود کی محبت میں
نہایت بیدردی سے قربان کردیا ہے عوام سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہندو لیڈر

جب مسئلہ خلافت میں ہمارا ساتھ دے رہے ہیں تو پھر بحیثیت "ایک شریف قوم" ہونے کے ہمیں بھی کچھ عملی ثبوت دینا ضرور ہے اور وہ نہیں ہے مگر گائے کی قربانی کا چھوڑنا یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتا ہوتے ہی مسلمان اس پر آمادہ ہو گئے کہ رہا سہا مذہب ہنود پر سے تصدق کر دیا جائے ۱۹۱۶ء سے مسلمانوں کے فیاض ہاتھوں نے دین کا صدقہ شروع کیا اور ستیاگرہ کے موقعہ پر سب کچھ دے ڈالا یہ محض ابلہ فریبی کی باتیں ہیں جو یہ کہا جاتا ہے کہ مسئلہ خلافت میں ہنود کی ہمدردی ہمیں ترک قربانی گاؤ پر مجبور کرتی ہے واقعات سے مطابق کر دو حقیقت روشن ہو جائے گی۔

گاندھی اور ہمارے علما

خلافت کمیٹی کا پہلا جلسہ نومبر ۱۹۱۹ء میں جو دہلی میں منعقد ہوا اوس میں اون علماء کی تقریروں کو دیکھو جن کی اس وقت لیڈری مسلم ہو چکی ہے اون کا بیان ہے کہ مہاتما گاندھی کی پہلی ہی ملاقات کا اون پر یہ اثر ہوا کہ قربانی گائے کی اوس خاندان سے موقوف ہو گئی جس سے علوم دینیہ کی نہریں کسی وقت نکلکر اکثر حصص ہند کو سرسبز و شاداب کرتی تھیں، جس خاندان کے اکابر نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جن شہروں میں گائے قربانی دی جاتی ہے اگر وہاں کے مسلمان باشندے بہ پاس خاطر ہنود یا خوف ہنود ترک قربانی گاؤ کریں گے تو وہ گنہگار ہونگے اون مسلمانوں پر گائے کی قربانی واجب ہی ہے پھر مسلم لیگ کا خطبہ صدارت پڑھو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ترک قربانی گاؤ کا ارادہ اور عمل کب سے تھا ہاں اس قدر فرق ضرور پاؤ گے کہ پہلے لازم تھا اب متعدی ہو گیا پہلے ترک قربانی کے لئے گوناگوں شکلوں میں مسلمانوں کو ترغیب نہیں دیجاتی تھی اب نہ صرف ترغیب و تحریص ہے بلکہ سعی و کوشش ہے کہ کسی طرح مسلمان گائے کی قربانی

ترک کر دیں۔

غلط مبحث مسلم لیگ امرتسر ۱۹۱۹ء کے صدر مجلس نے مسئلہ قربانی سے بحث شروع کرتے ہوئے جو عنوان قائم کیا ہے موقعہ و وقت کے لحاظ سے وہی عنوان کافی تکلیف دہ ہے۔ ہندوؤں سے مصالحت ہو رہی ہے اتحاد و اتفاق کے آئین وضع کئے جا رہے ہیں ایسے وقت میں قربانی کو گاؤکشی سے تعبیر کرنا ہنود کی نفرت بڑھانا اور مسلمانوں کے عقیدہ میں قربانی کو تخفیف کر کے دکھانا ہے انصاف کیجئے کجا قربانی اور کجا گاؤکشی، ہر ایک شخص جانتا ہے کہ تعبیر الفاظ سے اثر کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ قربانی سے ذہن ہمیشہ ایک دینی رکن کی طرف منتقل ہوتا ہے جو لفظ گاؤکشی سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔ اگر گاؤکشی کی جگہہ لفظ قربانی کہا جاتا تو صحیح ترجمانی الفاظ حدیث و فقہ کی ہوتی، قربانی کے لئے کہیں شریعت نے قتل اور قربانی دینے والے کے لئے قاتل کا لفظ نہیں کہا ہے شرعی لفظ اضحیہ ہی جس کا صحیح ترجمہ قربانی ہے نہ کہ گاؤکشی۔

لفظ قربانی کا فائدہ لفظ قربانی کہنے میں یہ فائدہ بھی تھا کہ بجائے خود اہل ہنود بھی انصاف کرتے کہ مسلمانوں کا یہ عمل جبکہ مذہبی و دینی ہے تو ایسی صورت میں جبکہ اتفاق و اتحاد ہو رہا ہے مذہب میں دخل دینا مناسب نہیں۔ اپنے سفاک و بیرحم ہاتھوں کو مسلمانوں پر سے اب کوتاہ کرنا چاہیئے صدر مجلس نے مسئلہ قربانی کے متعلق دوسری بے انصافی یہ کی ہے کہ اس کے متعلق یہ فتویٰ دیا کہ قربانی سنت ہی۔ قید موکدہ بھی نہیں بڑھائی۔ حالانکہ مذہب حنفی میں قربانی واجب ہی مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو روائتیں منقول ہیں ایک میں سنت موکدہ کہا ہے اور دوسرے میں واجب مفتیٰ بہ

مذہب کو چھوڑنا اور غیر مفتیٰ بہ قول کو اس اطمینان وسکون سے بیان کرنا کیا حمایت دین ہے جبکیا اس سے قربانی کی اہمیت کم کرکے دکھانا مقصود نہیں ہے حیرت افزا ستم تو یہ ہے کہ ایک حدیث حضرت ام سلمہ سے روایت کی جاتی ہے اور اس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ عرب میں بکری کی قربانی کا رواج تھا حدیث پوری نقل نہیں کی گئی اس لئے کہ پھر مدعا کا ثابت ہونا مشکل تھا عوام الناس بھی کھٹک جاتے کہ یہ الفاظ حدیث نہیں خطبہ صدارت کی عبارت یہ ہے۔

نقل کردہ حدیث کی حیثیت

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم ھلال ذی الحجۃ و اراد احدکم ان یضحی بالشاۃ الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب تم عید الضحیٰ کا چاند دیکھو اور تم میں کوئی بکری کی قربانی کرنی چاہے۔ اس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔"

یہ حدیث جلیل بجز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جماعت کثیر محدثین سے مروی ہے لیکن کسی روایت میں لفظ بالشاۃ یعنی بکری کا نہیں پایا جاتا۔

(۱) روایت صحیح مسلم

امام مسلم صحیح مسلم شریف میں اسی حدیث جلیل کے لئے ایک باب منعقد کرتے ہیں۔

باب نھی۔ مَنْ دَخَلَ عَلَیْہِ عَشْرُ ذِی الْحِجَّۃِ وَھُوَ مُرِیْدُ التَّضْحِیَۃِ اَنْ یَّاْخُذَ مِنْ شَعْرِہٖ اَوْ اَظْفَارِہٖ شَیْئًا یعنی اس باب میں اس مسئلہ کا بیان ہے کہ عشرہ ذی الحجہ جبکہ ایسے شخص کو ملے جو قربانی دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے قربانی دینے سے قبل ناخن تراشنا اور اصلاح بنانا نہ چاہیئے۔

اس میں کوئی تخصیص گائے اونٹ اور بھیڑ بکری کی نہیں صاحب قربانی یعنی

مضحی کے لئے یہ حکم ہے اوس مضحی کو اختیار ہے جس جانور کی چاہے قربانی دے پہلی تاریخ سے اصلاح اور خط کا چھوڑ دینا اور بعد قربانی اور ذبح جانور خط بنوانا ہر مضحی یعنی قربانی دینے والے کے لئے مستحب ہے۔ اس حکم عام اور مطلق کو بکری کے ساتھ خاص اور مقید کرنا بجز دلنوازی ہنود اور تحریف حکم شرعی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے مزید اطمینان کے لئے میں ہر ایک کتاب کی روایتیں نقل کئے دیتا ہوں ملاحظہ کیجئے لفظ بالشاۃ یعنی بکری کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔

(۱) مسلم شریف۔ عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال اذا دخلت العشر و اراد احدکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ و بشرہ شیئا

(۲) عن سعید بن المسیب عن ام سلمۃ یرفعہ قال اذا دخل العشر و عندہ اضحیۃ یرید ان یضحی فلا یاخذن شعرا و لا یقلمن ظفرا۔

(۳) سعید بن المسیب یقول سمعت ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ و سلم تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من کان لہ ذبح یذبحہ فاذا اھل ھلال ذی الحجۃ فلا یاخذن من شعرہ و لا من اظفارہ شیئا حتی یضحی۔

(۴) عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال اذا رایتم ھلال ذی الحجۃ و اراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ و اظفارہ۔

(۱) **مقام تحریف** موخر الذکر ہی حدیث ہے جس میں لفظ بالشاۃ بڑھا کر تحریف کی گئی ہے مسلم شریف کی ساری روایتیں نقل کر دی گئیں اس میں ہر شخص تلاش کرے کہ بکری کہاں ہے۔ ان تمام حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ قربانی دینے والا چاند دیکھکر ناخن اور بال چھوڑ دے بقرعید کے روز جب بانی

سے فارغ ہو تو ناخن تراشے بال بنوائے۔

اب دیگر احادیث وسنن کی روایتیں بھی ملاحظہ ہوں۔

(۲) ابن ماجہ۔ عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل العشر واراد احدکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ ولا بشرہ شیئا۔

عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم ھلال ذی الحجۃ فاراد ان یضحی فلا یقربن شعرا ولا ظفرا۔

(۳) ابوداؤد۔ سمعت ام سلمۃ تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ ذبح یذبحہ فاذا اھل ھلال ذی الحجۃ فلا یاخذن من شعرہ ولا من اظفارہ شیئا حتی یضحی۔

(۴) نسائی۔ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رای ھلال ذی الحجہ فاراد ان یضحی فلا یاخذ من شعرہ ولا من اظفارہ حتی یضحی۔

انّ ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اراد یضحی فلا یقلم من اظفارہ ولا یحلق شیئا من شعرہ فی عشر الاول من ذی الحجۃ۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخلت العشر فاراد احدکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ ولا من بشرہ شیئا۔

(۵) ترمذی۔ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای ھلال ذی الحجہ واراد ان یضحی فلا یاخذن من شعرہ ولا من اظفارہ۔

(۶) مسند احمد بن حنبل۔ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من اراد ان یضحی فی ھلال ذی الحجۃ فلا یاخذن من شعرہ و اظفارہ۔

کتب احادیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جس قدر روائتیں بیان کی گئی ہیں اون سب کو میں نے جمع کردیا بعض الفاظ مرادف کا تغیر و تبدل آپ اُن روایات میں پائیں گے لیکن لفظ "بالشاۃ" یعنی بکری جو مایہ دلیل اور دارو مدار برہان ہے اوس کا کہیں نام نہیں۔

ایک حیرت انگیز عقدہ

صدر مجلس عالی جناب مسیح الملک حافظ محمد اجمل خاں صاحب سے فقیر ذاتی طور پر شرف نیاز مندی رکھتا ہے اِسلیے یہ کہنے کا حق ہے کہ اس طرح کی تحریف ہرگز مسیح الملک کے قلم سے ہو نہیں سکتی۔ عالم اسلامی میں طب یونانی کا اس مجتہدانہ قابلیت سے جاننے والا کوئی دوسرا طبیب نہیں، پس ایک وہ ذات جو مسلمانوں میں اس وقت متفرد ہو جس کی زبردست شخصیت عالمانہ قابلیت سنجیدگی و پختگی اخلاق جس کی ذکاوت و فطانت جسکی شفقت علی الخلق جس کی ہمدردی بنی نوع انسان ابا عن جد ہر ایک کو تسلیم ہو وہ ایسی خفیف و رکیک حرکت کرے کہ کسی شخص کے کلام میں کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے اور اس کی و بستی سے اپنے حسب دلخواہ استدلال کرکے اپنا مدعا حاصل کرے حاشا و کلا ہرگز نہیں اور کبھی نہیں چہ جائیکہ حدیث پیغمبر ہو اور اوس میں اس طرح کے جعل سے کام لیا جائے۔

قیاس ظاہری

واقعہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مدعی حدیث داں کے متعلق یہ خدمت کی گئی تھی عالی جناب حکیم صاحب دیگر امور میں مصروف رہے مدعی عالم حدیث نے نقل حدیث کے وقت ایک لفظ "بالشاۃ" کا بڑھا دیا اور الیٰ آخرہ لکھ کر مطلب گومگو کر گئے۔ ہاں دلیری کے ساتھ یہ استدلال کر گئے کہ عرب مین بکری کی قربانی دینے کا علی العموم رواج تھا۔ اس موقعہ پر حکیم صاحب سے یہ مسامحت

ضرور ہوئی کہ اوس مضمون کو بعینہ اپنے خطبہ میں نقل فرمالیا۔ دیگر علما رجو اس وقت جوشش لیڈری میں قربانی اوٹھایا چاہتے ہیں، مفید مدعا پاکر اس کی تحقیق کی طرف متوجہ نہوے۔ خطبہ صدارت میں یہ بھی مغالطہ دیا گیا ہے کہ قربانی کے جانوروں میں بھیڑ بہتر ہے۔ امام نووی کی شرح صحیح مسلم اور فتح الباری شرح صحیح بخاری و کتب فقہ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو امر حق واضح ہو جائے بہ لحاظ کثرت گوشت اونٹ گائے اور دنبہ افضل ہے اور باعتبار لذت و ذایقہ مینڈھا اور بکری۔ افسوس ہے کہ افضلیت بتانے میں بھی امر حق سے چشم پوشی کی گئی۔ بہرحال ہمیں مسلمانوں کو صرف یہ بتانا ہی کہ لیڈران قوم اس وقت کچھ ایسے جوش میں ہیں کہ جس درخت کی اغیار کے تبر سے حفاظت کرتے ہیں خود ہی اوس پر تبر چلا رہے ہیں ہندوؤں کی دوستی اور اون میں جذب ہو جانی کے لئے ایسے بیتاب ہیں کہ قربانی کو گائے کشی کہدیا واجب کو سنت ٹھیرایا حد یہ کہ حدیث شریف میں اضافہ کر گذرے۔

عجیب قید ظرفگی یہ کہ ہندوؤں نے اپنے اعتماد و محبت کا اس مسئلہ قربانی میں یوں ثبوت پیش کیا مسٹر کھاپرڈے نے کونسل میں رزولیوشن پیش کردیا کہ شیر در گایوں کا ذبح قانوناً موقوف کیا جائے ذرا لفظ شیر ور کی نادر قید کا مسلمان لحاظ رکھیں آج جبکہ کوئی قانون ایسا نہیں پایا جاتا جس سے کسی قسم کی گائے ذبح کرنے کی ممانعت ہو اوس پر تو ہنود کا یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کا اس بے دردی سے گلا کاٹتے ہیں کہ کوئی گھاس بھی اس طرح نہ کاٹتا ہوگا۔ اگر کہیں یہ قانون پاس ہو جائے تو پھر دنیا میں کوئی گائے ایسی نہوگی جو شیر ور نہو بلکہ بیل تک بھی شیر در گائے کہہ کر مسلمانوں سے چھین لیا جائے گا اور اسے ایک بہانہ بنا کر مسلمانوں کو تختہ مشق ستم بنایا جائے گا۔ بریلی کے ایک ہندو میونسپل کمشنر نے بھی مسٹر کھاپرڈے سے کچھ کم اعتماد لس

معاملہ میں ظاہر نہیں کیا وہاں بھی یہی تحریک پیش کی گئی تھی کہ قانوناً میونسپلٹی گائے کی قربانی بند کردے۔

ہوائی اتحاد مسلمانوں کے دوستی اور اُن کے ایثار کی جو قدردانی ہنودسنے کی ہے انھیں دو تحریکوں سے اچھی طرح واضح ہوتی ہے۔ نیز ہنود کے اتحادو اتفاق کا مقصد اور مدت صلح بھی اسی سے سمجھی جا سکتی ہے۔ کیا عجیب بات ہی جس گورنمنٹ پر ہر طرح کی نکتہ چینی کی جاتی ہے جس کے حکام وعہدہ داروں پر ہر طرح کی بے اعتمادی کا اظہار کیا جاتا ہے ہنود مسلمانوں کے مقابل میں ٹھیک صلح و اتحاد کے موقعہ پر اوسی گورنمنٹ سے دادخواہ ہوتے ہیں ہنود مسلمانوں کے قول وقرار پر چندماہ بھی اعتماد نہ کرسکے اُنھوں نے کچھ دنوں کی مہلت تک مسلمانوں کو نہ دی اپنے برادرانہ سلوک کا کوئی عملی ثبوت بھی ہنود نے نہیں دیا اور بزور قربانی گائے کی ترک کرانے پر بیتاب ہو گئے۔

بھیڑیے اور بکری کی دوستی ہند و مسلمانوں سے دولت میں اس قدر زیادہ ہیں کہ دونوں قوموں کا کسی طرح مقابلہ کیا ہی نہیں جاسکتا پھر اون میں علم بھی زیادہ ہے تعداد بھی اون کی زیادہ ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اون میں جفاکشی ہے ہر دل و دماغ رکھنے والا اپنی قوت فکریہ اسی میں صرف کرتا ہے کہ کس طرح ہندوستان کو اوس حالت تک پہونچائے جیسا کہ اون کی تمنا و مراد ہے مسلمانوں نے اس وقت اون سے اتفاق کیا ہے یہ تو بہت مناسب کیا لیکن اپنے آپ کو من کل الوجوہ اون کے ہاتھوں میں سپرد کردینا ایسی فاش غلطی ہے جس کا خمیازہ بہت جلد اوٹھانا پڑے گا۔

قضیۂ معکوس کسی قوت بخش آلہ کا ہاتھ میں آجانا اس کا مقتضی نہیں کہ اپنے دست

وبازو کمزور و معطل کردیے جائیں۔ بلکہ بہ نسبت سابق زیادہ قوت اپنے ہاتھ میں پیدا
کرنا چاہیئے تاکہ اوس آلہ کا صحیح استعمال اور کافی استعمال کیا جاسکے ورنہ اوس آلہ
سے دشمن کا حربہ کارگر ہو جائے گا یا بے طاقتی ضرورت کے وقت اُس آلہ کے فوائد سے
محروم رکھے گی۔ لہذا ہندو اگر مسلمانوں سے متفق ہوئے ہیں تو مسلمانوں کو بحیثیت
مسلمان ہونے کے اپنے کو اب زیادہ مضبوط بنانا چاہیے تاکہ قوم ہنود کا اتفاق اُن
کے لئے مفید ہو سکے ورنہ اگر وہ اسی طرح اُن کے آغوش شفقت میں دو برس اور لوٹتے
اور کھیلتے رہے تو اس کا بہت ہی برا نتیجہ سامنے آئیگا مسٹر کھاپرڈے جیسے ہنود کا
طرز عمل بتا رہا ہے کہ اس وقت مسئلہ خلافت میں اہل ہنود کا زبانی شریک ہونا سعدی
کے اس مقولہ کو یاد دلاتا ہے، کہ "سرمار بدست دشمن بکوب کہ از احدی الحسنین خالی نباشد"
(یعنی سانپ کا سر دشمن کے ہاتھ سے کچلواس لئے کہ دو خوبیوں میں سے ایک تمھیں
ضرور حاصل ہوگی اگر سانپ مر گیا تو ایک موذی سے تمہیں نجات ملی اور اگر سانپ
غالب آگیا اور دشمن کو کاٹ کھایا تو تم دشمن سے چھوٹ گئے کہا جاسکتا ہے کہ بعض صناد ید
ہندو لیڈروں کا مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کا ہم زبان ہونا نہ بر بنا ہمدردی و خیر خواہی ہے بلکہ
برٹش سلطنت اور مسلمانوں کے مابین منافرت اور اس منافرت کے لوازم سے اپنا فائدہ حاصل کرنا ہے۔ سچ فرمایا مولی ...

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا یَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا
مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِی صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ
قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْآیَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (یعنی اے ایمان والو غیر مذہب والونکو
اپنا رازدار اور دلی دوست نہ بناؤ یہ تمہاری خرابی میں کچھ اوٹھا نہیں رکھتے دوست رکھتی
ہیں ایسی چیزوں کو جو تمہیں مشقت و مصیبت میں ڈالدے بغض کی باتیں تو اونکے
منہ سے نکلی ہی پڑتی ہیں اور جو کچھ اون کے دل چھپائے ہوئے ہیں وہ تو بہت ہی بڑی ہیں

ہم نے کھول کر تمہارے نفع کے لئے نشانیاں بیان کردیں اگر تم عقل سے کام لو)

آخری استدعا

میرے دوستو فقیر اپنی گزارش ختم کرتا ہے اور پھر تمہیں نہایت عاجزانہ و مخلصانہ یہی صلاح دیتا ہے کہ کسی غیر مذہب میں جذب ہونے سے اپنے کو محفوظ رکھو۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے بہترین نمونہ رسول کی ذات میں موجود ہے۔ سوائے اوس تاجدار دو عالم کے کسی کا مطیع اور متبع ہونا قوم مسلم کے سزاوار نہیں۔ عیسائیوں کی غلامی سے جو مدتوں بعد گردنوں کو خلاصی ملی ہے تو اب اس میں پھندا کفر و شرک کا نہ ڈالو۔ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَرَّ تَحْتَ الْمِيزَابِ بارش سے بھاگنا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہونا کون سی دانائی ہے۔ تعصب و نفسانیت کو راہ نہ دو۔ میں گمنام و بینوا فقیر ہوں لیکن حق میرے ساتھ ہے۔ خدا فرماتا ہے افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ (یعنی اے نبی تم نے اُسے بھی دیکھا جس نے اپنے خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے)

مسلمانو تم دین و مذہب کو اپنی آرزو اور تمنا کا سپر نہ بناؤ بلکہ اپنی تمنا اپنی آرزو اور اپنی خواہش کو دین کے موافق اور شریعت کے مطابق بناؤ یہی سعادت ہے اور اسی میں فلاح واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اب میں مسئلہ قربانی کو بہ نظر فائدہ عام تفصیل سے بیان کرتا ہوں تاکہ عامہ جماعت مسلمین اس غلطی سے آگاہ ہو اور گائے کی قربانی میں جو مغالطہ اونہیں دیا گیا ہے اوس سے باخبر ہو کر گائے کی قربانی جاری رکھے۔

میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ حسبۃً للہ ہے اس سے نہ کسی فرقہ کی دل آزاری مقصود ہے نہ کسی کی لیڈری پر حملہ نہ کسی کا خوش کرنا مدعا ہے۔ ہاں اوس کی خوشی ضرور مطلوب ہی جس کا غلام ہوں اور اوس کی رضا کی ضرور تمنا ہے جس کے پاس مر کر جانا ہی خاتمہ پر

اوسی کی جناب میں عاجزانہ دعا ہے کہ یا ارحم الراحمین ہم مسلمانوں پر رحم فرما
دولت ایمان جو تیرے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جواد ومقدس
ہاتھوں سے ہمیں ملی ہے اوس کی حقیقی برکات سے محروم نفرما اصحاب کرام و
اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس امانت کو فقہا ومحدثین کے
ہاتھوں سے ہم تک پہونچایا ہے تو اوس میں ہمیں خیانت کرنے سے اپنے فضل و
کرم سے بچا اور محفوظ رکھ وصلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین وعلی آلہ و
اصحابہ اجمعین وبارک وسلم

حصۂ دوم

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا

بقرۃ

قانون بقائے اصلح

سب سے اوّل یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اِس عالمِ کون و فساد میں ہر نوع کے لیئے ایک مرتبہ کمال جداگانہ ہے۔ اِس میں اگر فرق نہ کیا جائے تو نظامِ عالم تہ و بالا ہو جائے۔ توضیح اِس کی یہ ہے کہ زمین پر رہنے والی مخلوق کی بقا و آبادی کا قانون اُن کے پیدا کرنے والے نے اس طرح مقرر کیا ہے کہ ادنیٰ کی فنا سے اعلیٰ کا بقا اور اخس کی موت سے اشرف کی حیات کا سلسلہ قایم کر دیا ہے۔ اِسی لیئے وہ موجودات جن کی حیات اُن کا نشو و نما اور بالیدگی ہے وہ اپنی بقا اور حیات کے لئے ایسی موجودات سے جن میں نشو و نما نہیں۔ اپنا حصہ لیتے ہیں۔ یہ کوئی ظلم ہے نہ ستم نہ اس کی دل آزاری ہے نہ اشتعال انگیزی۔ مثلاً نبات اُس وقت تک سرسبز نہیں ہو سکتے جب تک پانی اور مٹی کا قالب نہ بگڑے۔ جملہ نبات کی غذا عالم سفلی میں سے مٹی اور پانی ہے۔ جب ان کا قالب بگڑتا ہے تب درخت کے پتے نکلتے ہیں۔ پھول کھلتے ہیں اور پھل تیار ہوتے ہیں۔

اِسی طرح بہائم کی غذا گھاس اور درخت ہی۔ چرنے والے حیوان کا گوشت و پوست اُسی وقت تیار ہو گا جب کہ گھاس اور درخت کا قالب بگڑیگا اور جانوروں کے معدہ میں پہنچکر فنا ہو جائیگا۔ بہائم اپنی بقا و حیات میں جب کہ نبات کی جانب بالطبع محتاج ہیں تو پھر کوئی کیونکر کہہ سکتا ہی کہ گھاس اور پتہ پر ظلم ہی جو جانور لُے کھاتے ہیں اور اس سے میرا دل دُکھتا ہی۔ بلکہ اِس قسم کی نبات کے وجود کا ایک مقصد ہی یہ ہی کہ اپنے سے اعلیٰ ہستی کے کام میں آئیں۔ نشو و نما پانا اپنے وجود و بقا کے لیے جماد سے حصّہ لینا ان کی زندگی کا ایک مقصد ہی اور اپنے سے اعلیٰ ہستیوں کا افادہ اُن کے وجود کا دوسرا مقصد ہی۔

ضروریات انسانی انسان جس کا مرتبہ ان سب سے اعلیٰ و افضل ہی وہ اپنی بقا اور حیات کے لیے غلہ نبات اور حیوانات تینوں انواع کو غذا بناتا ہی۔ گوشت، غلہ اور سبزی وغیرہ کی جب صورت انسان کے معدہ میں جاکر بگڑتی ہی تو اُس سے اجزائے انسانی بنتے ہیں اور قوائے انسانی کا نشو و نما ہوتا ہی۔ انسان سے یہ کہنا کہ حیوان کو غذا بنانا ظلم ہی ویسا ہی بے سر و پا اور بے بنیاد ہی جیسا بہایم کو گھاس پتے کھانے پر ظلم کہنا یا درختوں کو مٹی اور پانی کی غذا بنانے پر ستمگار ٹھیرانا ہی۔ گوشت جب کہ انسان کی خوراک بمقتضائے فطرت و خلقت ہی تو اُسے گوشت کھانے سے منع کرنا ایک سخت ظالمانہ حکم کا جاری کرنا ہی۔ اور انسان کی صحت و جذبات کو اُن فوائد سے جو گوشت کھانے سے حاصل ہوتے محروم کرنا ہی۔ اور یہ صریح ظلم اور واقعی دل آزاری ہی۔ نیز یہ حیوان کی بھی خیر خواہی نہیں۔ اس لیے کہ ایسے اُس کمال سے محروم رکھا گیا جو اجزائے حیوانی کو اجزائے انسانی بننے سے حاصل ہوتا اگر کوئی شخص درخت اور گھاس زمین پر آگنے نہ دے کہ اُن کی پیدایش اور بالید گی سے مٹی اور پانی پر ظلم ہوتا ہی اور اس سے میرا دل دکھتا ہی یا حیوانوں کو گھاس اور پتہ کھانے سے باز رکھے کہ یہ نبات پر ظلم ہی اور اس سے میری دل آزاری ہوتی ہی تو اُس

شخص کا یہ فعل مراق و مالیخولیا سمجھا جائیگا۔ اسی طرح انسان کو ذبح حیوان سے رد کنا اور گوشت کھانے سے باز رکھنا اور یہ کہنا کہ اس فعل سے میرا دل دُکھتا ہی ایک فضول اور لایعنی امر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

روحِ نباتی اور روحِ حیوانی کا فرق مدارج

جو مخلوق کہ زمین پر آباد ہی اُن میں فرق مراتب احساس و ادراک و تعقل کی بنا پر ہی۔ توضیح اس کی یہ ہی۔

(الف) نبات میں روح نباتی موجود۔ نشوو نما اور بالیدگی اِسی کا ثمرہ۔ لیکن اِن کا احساس ہونا مجہول۔ اسی لیے اذیت اور تکلیف کی نسبت نبات کی طرف نہیں کی جاتی - اُسے جس طرح چاہو مصرف میں لاؤ۔ نبات کی بیخینی تمھیں محسوس نہوگی توڑ ڈالو تو جلاؤ صدمہ پہنچاؤ، کوئی صحیح الحواس تمھیں یہ نہیں کہیگا کہ تمھاری تبر اور کلھاڑی یا آرہ کشی سے جو درخت پر ہو رہی ہی میرا دل دُکھتا ہی۔ روح نباتی روح حیوانی کی راحت و آسایش کے لیئے جب کہ پیدا کی گئی ہی تو پھر کسی کو منع کرنے کا کب حق ہی اور کسی کا یہ کہنا کہ دل دکھتا ہی کب قابلِ تسلیم ہو سکتا ہی۔ اِسی لیے درخت کاٹنے پر کسی قانون میں قصاص مقرر نہ ہوا بلکہ تاوان اُس کا عیوض قرار پایا۔

(ب) حیوان کا احساس ہونا عیاناً ظاہر اس لیئے اذیت و تکلیف کی نسبت اُن کی طرف بالکل صحیح - اُن کو مارنا۔ اون پر بوجھ لادنا۔ اُن کا دودھ دوہنا۔ اُنھیں مقید رکھنا یہ سب حیوان کو ناگوار خاطر۔ لیکن تعقل اور ادراک معانی کا مادہ اُن میں نہیں۔ تزکیہ نفس اور صفائی باطن کی قابلیت سے محروم۔ اکتساب فضائل سے بے نصیب۔ اُن کی روح حیوانی عالم قدس کے تجلیات و فیوضات کے حاصل کرنے سے عاری و عاجز۔ اسلیئے انسان جو صاحب تعقل و ادراک ہی اُسے یہ حق دیا گیا ہی کہ وہ اُنھیں اپنی آسایش و راحت کے کام میں لائے۔ اِن پہ سوار ہو۔ ان پہ بوجھ لادے۔ اُن کے دودھ اور گوشت سے

اپنے جسم کی پرورش کرے۔ جس طرح درختوں کو کاٹنے اور توڑنے سے اذیت کا احساس نہیں کیا جاتا اسی طرح جانوروں کو خدمت میں رکھنے اور اُن کے ذبح کرنے سے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ اگر یہ آزاد رہتے تو علوم و فنون حاصل کرتے زندہ رہتے تو مدارج عالیہ طے کرتے، اپنی بنی نوع کو تمدن و تہذیب سکھاتے یا عالم قدس سے مُستفیض ہوتے ہاں روح حیوانی اُن میں موجود ہی جس سے درد و الم کا اُنھیں احساس ہوتا ہی اس لیے اُن کے چارہ کا بندوبست کرنا۔ پیٹ بھر کر کھلانا۔ بوجھ اُن کی طاقت کے مطابق لادنا۔ اُن کی تکان و تکلیف کا خیال کرنا ضروری ہی۔ عقل اور نظام عالم کا یہی فتویٰ ہی کہ نوع اعلیٰ کو اس کا حق ہی کہ وہ اپنے سے اخس و اسفل نوع کو بگاڑ کر اپنے وجود کو قایم رکھے۔ نوع اسفل کی ضروریات کو انجام دے۔ اُنھیں راحت پہونچائے۔ پھر اُن سے بقدر اعتدال فائدہ بھی اُٹھائے۔ یہ نہ بے رحمی ہی نہ ظلم و جفا کاری بلکہ قدرت کا وہ زبردست قانون ہی جس سے زمین کے بسنے والے کو چارہ نہیں۔

دل آزاری کی تعریف

ملک غیر میں تصرف و دست اندازی یا جابرانہ و غاصبانہ تمتع و انتفاع ظلم و جفا میں شمار ہوگا مثلاً کسی غیر کی زمین پر درخت نصب کرنا بلکہ مٹّی اور پانی تک قابض و مالک کے خلاف مرضی لینا ناجائز اور موجب دل آزاری و فتنہ انگیزی ہی۔ اسی طرح چراگاہ غیر میں اپنے جانوروں کو چرانا موجب دل آزاری و ستمگاری و فتنہ پردازی۔ دوسروں کے مقبوضہ و مملوکہ اور پروردہ جانور سے بہ جبر نفع اُٹھانا۔ اُن پر سوار ہونا۔ بوجھ لادنا۔ اُنھیں چرا کر یا زبردستی چھین کر فروخت کرنا زمین میں فساد پھیلانا اور انسان کی راحت و چین میں خلل ڈالنا اور ناقابل برداشت ظلم و ستم کا مرتکب ہونا ہی۔ اس قسم کے سارے افعال و حرکات کا نام صحیح معنوں میں دل دکھانا ہی۔ فتنہ اور شر اُٹھانا ہی۔ لیکن

اِس کے ساتھ اس کا عکس بھی ایسا ہی ظلم و ستم اور دل آزاری و فتنہ انگیزی ہی مثلاً اگر کوئی اپنی مملوکہ زمین پر درخت لگاتا ہی یا زراعت کرتا ہی اور دوسرا غیر شخص اُسے مانع آتا ہی اور لڑتا ہی تو یہ فعل اُس کا سراسر ظلم ہی اور مالک زمین اور اُس کے متعلقین کا ناحق دل دکھانا ہی۔ یا اپنی چراگاہ میں اگر کوئی جانور چراتا ہی یا اپنا درخت کاٹتا ہی تو اُسے اِس تصرّف سے ایک لاواسطہ شخص کا روکنا۔ مارنا۔ پریشان کرنا ظلم ہی دل آزاری ہی۔ یا اگر کوئی شخص جس نے روپیہ خرچ کرکے جانور خریدا اپنے مال کیسے اُسے پالا پرورش کیا تو کسی کو یہ کب جائز ہی کہ اُس سے بہرہ مند اور متمتع ہونے کے وقت اُسے منع کرے آمادہ فساد ہو۔ ہر مالک کو اپنے ملک میں تصرّف کا حق ہی۔ اس کو تصرّف اور تمتع سے روکنا صریح ظلم ہی۔ زمین پر فساد پھیلانا ہی۔ حقوق انسان پر بیجا دست درازی ہی۔ انسان کے راحت و عیش میں مفسدانہ خلل اندازی ہی۔ چہ جائیکہ انسان کو اس علّت میں قتل کیا جائے۔ آگ لگا کر جلایا جائے۔ اُن کے معابد منہدم کئے جائیں۔ مکان میں اُن کے آگ پھوک دی جائے۔ اور یہ سب محض اس لیے کیا جائے کہ اُس جانور سے جس کا وہ مالک ہی جس پر اُس کا روپیہ خرچ ہوا ہی کیوں نفع حاصل کرتا ہی۔

دل دُکھنے کی حقیقت

ایک لفظ دل دُکھنا جو ہر طرح کے فساد و ظلم اور درندگی کا سپر بنا لیا گیا ہی ضرورت ہی کہ اُس کی حقیقت بھی منکشف کردی جائے۔ دُکھ کی چند قسمیں ہیں ایک تو حسّی ہی یعنی باعتبار واقعہ ایک نا ملائم شے جب کسی حصّۂ بدن سے ملیگی یا سرایت کرے گی تو اُس سے تکلیف کا احساس ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہی کہ کسی حیوان کا ذبح کرنا کسی انسان کے دل پر چھری چلانا نہیں ہی۔ دوسری قسم اس کی عقلی ہی یعنی کسی ایسے کام کا کرنا جو عقل کے نزدیک مکروہ ہی اور

اُس فعل سے عقل کراہیت کرتی ہے۔ ذبح حیوان اس قسم میں بھی داخل نہیں اِس لیے کہ ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ عقل کا ہی یہ حکم ہے کہ انسان قوت مدرکہ اور عاقلہ رکھتا ہے۔ اُسے اُن چیزوں کے مالک بننے کا جن میں قوت عاقلہ نہیں حق حاصل ہے۔ اِسے ناگوار عقلی کہنا سراسر عقل اور واقعہ کے خلاف ہے۔ نفسِ انسانی کمالات کا محل ہے اسی لیے اس کی ذات مخلوقات میں سے کسی مخلوق کی ملکیت نہیں۔ دیگر نفوس ناقصہ چونکہ اس نعمت سے محروم ہیں اس لیے اُنھیں اپنے نفس پر ملکیت حاصل نہیں بلکہ اُن کا مالک انسان ہے اور نفوس ناقصہ اُس کی پرورش اور دیگر مصالح میں کام آنے کے لیے ہیں۔ عقل کا یہی حکم ہے۔ قانون قدرت کا یہی فیصلہ ہے۔ دیکھیے زمین اور درخت کی خریداری میں جس طرح اُسکے مالک کی رضا و رغبت دیکھی جاتی ہے نہ کہ زمین و درخت کی اسی طرح جانوروں کی خریداری میں بھی ہر ایک ملک و قوم میں ہمیشہ مالک ہی کی رضا و رغبت کا اعتبار ہے اور اُسی کا قول و قرار عہد و پیمان ہے اور اُسی کا معاملہ معاملہ۔ یہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ انسان نفوس ناقصہ کا مالک ہے۔ اور خود نفوس ناقصہ کو اپنی ملکیت نہیں پہونچتی۔

حیوان و نبات غیر مختار ہیں

فرض کیجیے۔ اگر کوئی شخص کسی کا جانور چُراکر یا چھین کر لے آئے اور حاکم کے سامنے یہ عذر بیان کرے کہ یہ جانور اپنی رضا و رغبت سے آیا ہے اور یہ میرے ہی پاس رہنا پسند کرتا ہے۔ آخر جاندار ہے اُسے اپنے نفس کا حق حاصل ہے کہ جہاں چاہے وہاں اپنے آپ کو رکھے۔ تو یہ تقریر حاکم کے سامنے اُس کی لغو و لایعنی سمجھی جائے گی اور جانور مالک کے حوالے کیا جائیگا۔ یہ محض اس لیے کہ تحصیل کمال کا مادہ حیوان میں نہیں ہے۔ اور قوتِ عاقلہ سے بے بہرہ ہے لہذا انھیں اپنے نفس کی ملکیت بھی نہیں ہے۔ ایک دوسرے مسئلہ اور مثال سے اسے اور واضح طور پر سمجھیے۔ درخت و غلہ جو ملک غیر ہو جب کوئی دوسرا اس پر دست درازی کرتے

تو بہکا کر لے جانا۔ پُھسلا کر لے جانا یا بھگا کر لے جانے کا جُرم اُس پر عائد نہ ہوگا بلکہ سرقہ اور چوری کا الزام اس پر لگایا جائے گا۔ اس لیے کہ ان باتوں کا انتساب ذوی العقول کے لیے مخصوص ہے۔ یہی حال بعینہٖ جانوروں کا ہے۔ کہ اگر کسی کا جانور کوئی لے جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ بہکا کر اور اغوا کر کے لے گیا بلکہ سرقہ اور چوری کہا جائے گا۔ اور اِسی جُرم سرقہ کی سزا بھی دی جائے گی۔ یہ اس لیے کہ جانوروں میں قوتِ عاقلہ نہیں۔ جماد۔ نبات اور حیوان لایعقل تینوں اِس حکم میں شریک مساوی ہیں۔

جس طرح کسی ظرف کے خراب کر دینے یا کسی نگینہ کے توڑ ڈالنے یا کسی درخت کے کاٹ ڈالنے پر قصاص نہیں اسی طرح جانور کے مار ڈالنے پر بھی قصاص کا حکم نہیں بلکہ قتلِ حیوان پر تاوان ہی دلایا جائے گا۔ جیسا کہ جماد و نبات کی تلف پر دلایا جاتا غرض وہ سارے احکام جو عدم قوتِ عاقلہ کے سبب درخت اور زمین یعنی نبات و جماد کے لیے ثابت ہیں۔ وہی حیوان کے لیے بھی ہیں۔

الم وہمیہ

ان مثالوں سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ جب عقل کے نزدیک حیوان کا یہ رتبہ ہے کہ وہ انسان کی ملکیت ہے تو ذبح حیوان پر دل دکھنا عقلاً دکھ نہیں ہو سکتا۔ اب جب کہ حِسّی اور عقلی دونوں کی نفی ثابت ہو گئی تو اس دل دُکھنے کو بجز افسانہ اور بہانہ کے اور کیا کہا جائے۔ ہاں اگر یوں ہی متعصبانہ زبردستی کی جائے تو اس دل دُکھنے کو وہمی البتہ کہا جا سکتا ہے۔ جس طرح شطرنج اور تاش کی بازی میں لذتِ وہمیہ پائی جاتی ہے۔ اِسی طرح بعضوں کو ذبح حیوان میں الم وہمیہ ہوتا ہو تو یہ کوئی تعجب نہیں۔ اس لئے کہ وہم کے حدود بہت ہی وسیع ہیں اور اوہام کے کرشمے اس سے بھی عجیب تر۔ جیسا کہ بعض مبتلائے وہم ایسے بھی پائے گئے جن کے نزدیک مُطلقاً کسی حیوان کا ذبح کرنا بلکہ موذی و ہلاک جانور کا مارنا بھی ظلم و بے رحمی سے خالی نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے

منہ اور ناک پر کپڑا بندھا رکھتے ہیں۔ تاکہ سانس سے کوئی جانور مر نہ جائے یا منہ اور ناک میں داخل ہو کر فنا نہ ہو جائے تو ان کا یہ عمل اور ایسا ترحم ہجوم اوہام کا نتیجہ ہے۔

اس اذیت سے بچنے کی تدابیر

ایسے اشخاص جنھیں وہم نے گھیر لیا ہو اور وہ مطلقاً ذبح حیوان یا کسی خاص حیوان کا ذبح اپنا دل دکھنا سمجھتے ہوں انھیں چاہیئے کہ مذبح سے پرہیز کریں اور ایسے مواقع پر جایا نہ کریں جہاں یہ نظارہ انھیں دیکھنا ہو اس دنیا میں بہت سے ایسے واقعات ہوا کرتے ہیں جس سے کسی کسی کو تکلیف و اذیت محسوس ہوتی ہے تو اس اذیت سے محفوظ رہنے کا طریقہ اُس سے کنارہ کشی ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب کو نجس اور حرام جانتے ہیں انھیں اُسکے تعفن اور بدبو سے سخت اذیت پہونچتی ہے۔ بعض مواقع سفر میں جب دور شراب یا دہ خواروں میں شروع ہوتا ہے تو اس سے پرہیز کرنے والا باوجود فرسٹ و سیکنڈ کے ٹکٹ رکھنے کے بھی انٹر یا تھرڈ میں جا بیٹھتا ہے اور اپنے دماغ کو اس بوئے بد کی تکلیف سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس اگر وہ اشخاص جنھیں کسی خاص جانور کا ذبح ناگوار خاطر ہو۔ وہ ایسے مواقع میں ذبح کے وقت اُس مقام پر نہ جائیں۔ جب تکلیف دہ نظارہ آنکھوں سے اوجھل اور نظر سے پوشیدہ ہو گیا تو پھر پڑوس اور ایک منزل اپنا شہر یا ملک دُور دست سب ایک حکم میں داخل ہو گئے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ صرف دیکھنے سے ہی میرا دل نہیں دُکھتا بلکہ اس خبر کے سُننے اور اس امر کے خیال کرنے سے کہ فلاں جانور ذبح ہو رہا ہے یا ذبح ہوگا میرا دل دکھتا ہے تو ایسے شخص سے ہر عاقل اور صحیح دماغ رکھنے والا یہی کہے گا کہ تو اپنا علاج کر۔ اس مراق اور مالیخولیا کا علاج کرانا بہتر ہے اور سہل ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام خلائق اس مراق کے شکار بنائے جائیں اور انسانوں کے ساتھ وحشیانہ زندگی عمل میں لائی جائے۔ جو واقعی اذیت

اور حقیقی تکلیف ہی۔

وہم بمقابلہ حقیقت

وہ شخص یا وہ قوم جسے اوہام نے گھیر لیا ہی اور کسی خاص جانور کے ذبح سے دل دُکھنے کا مدعی ہی تو اسے اُن اقوام واشخاص کا بھی خیال رکھنا چاہیئے جن کی غذا اور خوراک وہ خاص جانور ہی انسان کو اس کے رزق و غذا سے محروم رکھنا اُن کی راحت کو پامال کرنا بڑی دل آزاری اور سخت اذیت رسانی ہی۔ غور کیجئے اور انصاف سے کام لیجئے۔ اگر وہ جانور ذبح ہو تو ایک قوم کو وہمی اذیت ہوتی ہی اور اگر ذبح نہ ہو تو دوسری قوم کو واقعی اور حقیقی اذیت ہوتی ہی تو حقیقت کو چھوڑنا اور وہم کی پیروی کرنا کہاں کا انصاف ہی۔

وجوہ اتلاف واہلاک

اس مبتلائے وہم کو بجائے خود ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیئے کہ اتلاف و اہلاکِ شے چند وجوہ ہی موجب دل آزاری ہو سکتے ہیں۔ اوّلاً قرابت و نسب۔ یعنی جو شے ہلاک کی جا رہی ہے اس سے کسی کی قرابت یا نسب کا رشتہ ہو تو ہر عزیز و قریب کا اُس کی مفارقت سے دل دُکھے گا۔ ایک قاتل خوں ریز سفاک ظالم بھی جب کہ قتل کیا جاتا ہی تو اُس کے اعزہ اور رشتہ داروں کو اس کی موت تکلیف دیتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہی کہ کسی حیوان سے انسان کا نہ نسب ملتا ہی اور نہ اس سے انسان کے تعلقات قرابت پیدا کیے جاتے ہیں۔ دوسری صورت دل دُکھنے کی محبت ہی۔ اس میں شک نہیں کہ اپنے پروردہ جانور کے ساتھ انسان کو محبت ہو جاتی ہی اور اس کی موت اُس کو رنج پہونچاتی ہی لیکن ملک کسی کی ہو پالا کسی نے ہو۔ اپنے پاس کسی نے رکھا ہو اور دل کسی اور کا دُکھ جائے۔ یہ محض ایک سخن پروری اور ناقابل سماعت اور خلاف واقعہ ہی۔ کوئی مالک جب اپنا مملوکہ اور مقبوضہ جانور علیحدہ کرتا ہی تو اپنی محبت اور لگاؤ کو اپنے اِس معاملہ سے وہ خود ہی منقطع

کرلیتا ہی۔ تیسری صورت دل دُکھنے کی اُس شے کے نفع سے محروم رہنا ہی۔ اگر کوئی شخص کسی زمین یا درخت یا حیوان سے نفع حاصل کرتا ہو۔ تو اب اس کا اتلاف اُس کو اذیت دیگا۔ کیونکہ اُس نفع سے وہ محروم ہوتا ہی جو اس کے وجود سے اُسے حاصل تھا۔ یہاں یہ صورت بھی نہیں۔ اس لیے کہ جو شخص کسی جانور کو ذبح کرتا ہی تو ذبح سے پہلے اُس کے مالک سے بعوض زر و سیم یا درہم و دینار خرید لیتا ہی۔ یا وہ جانور ذبح کرنے والے کی ملکیت ہی ہوتا ہی۔ اب کسی کا دل کیوں دُکھتا ہی۔ ملکیت جب کہ اس کی نہ تھی تو پھر اس سے نفع بھی وہ حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اور اگر اس کی ملکیت تھی تو اس نے اپنے نفع کو بعوض زر و سیم اور درہم و دینار پہلے فروخت کردیا۔ ہر طرح کے حقوق خریدار کی طرف منتقل ہو گئے۔ اب اُس کے ذبح ہونے پر دل دکھنا کیسا! اور یہ زبانی گرمی ہنگامہ کیسی!

تعظیم و تبریک حیوانات

اب نہ رہی مگر ایک صورت اور وہ یہ کہ وہ جانور کسی مذہب میں معظم و متبرک ہو اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہی کہ اگر معظم و متبرک شی ماکولات اور مشروبات کی قسم سے ہی تو ہر قوم و ملت میں اس کا کھانا اور پینا ایک امر مستحسن قرار پائیگا۔ کسی مذہب میں اگر کوئی جانور معظم و متبرک ہو تو دوسرے اہل مذاہب پر یہ زور نہیں ڈالا جاسکتا کہ وہ بھی اس کو معظم و متبرک سمجھیں۔ ہاں قانون تہذیب اور باہمی معاشرت کا یہ اقتضا ضرور ہی کہ اُس معظم و متبرک سمجھنے والے کے سامنے اُس کی توہین نہ کی جائے اس سے زیادہ کا مطالبہ ہٹ دھرمی اور چیرہ دستی ہی۔ معظم و متبرک ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس جانور کو ملکیت مالک سے خارج کردیں۔ مالک کے حقوق تصرف کو باطل کردیں۔ بلکہ اس صورت میں کہ اس کے متبرک ہونے کا لحاظ کیا جائے۔ اُسے بغیر ضرورت محض بغرض برکت کھائیں گے۔ مثلاً اگر کوئی پانی متبرک ہی تو اُسے بغیر پیاس و تشنگی بھی پینگے اور دوسروں کو بھی پلائینگے یا اگر کوئی مٹھائی یا پھل

متبرک ہی تو اُسے بغیر بھوک گرسنگی خود کھائینگے دوسروں کو کھلائینگے۔ پس اگر کوئی جانور متبرک فرض کر لیا جائے تو اس کا گوشت بلا ضرورت ذبح کر کے کھایا اور کھلایا جائیگا ذبح کر کے کھانا اسکے متبرک ہونے کا ہرگز منافی نہیں

تعلیم مذہب یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ ہر طرح کے مذہبی خیال سے الگ ہو کر کیا گیا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ عقل وانصاف کا کیا فیصلہ ہی۔ اب اِس حیثیت سے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمیں پاک مذہب اسلام کے اتباع کا شرف عطا فرمایا ہی اور دین اسلام ہمارا مذہب ہی اور قرآن مجید و فرقان حمید ہمارا رہنما ہی۔ اِس عقل وانصاف کے فیصلے کو اپنے مذہب اور مذہبی کتاب پر پیش کرنا چاہیئے۔ تاکہ عقل وانصاف کے فیصلے کی صحت ہو جائے۔

اشرفیتِ انسانی اس امر کا ثبوت کہ زمین کے بسنے والوں میں انسان کا سب سے مرتبہ اعلیٰ وبالا ہی۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ کا ارشاد کافی ہی۔ اسی آیۃ کریمہ سے معلوم ہوا کہ دیگر مخلوقاتِ ارضی اِس خلیفہ کے تحتِ تصرّف میں ہیں۔ لیکن مزید اطمینان کے لیے تفصیل بھی سن لیجئے۔

(۱) سَخَّرَ لَکُمُ الْبَرَّ وَالْبَحْرَ۔ یعنی زمین جس پر انسان آباد ہی اور سمندر جو دنیا کو گھیرے ہوئے ہی۔ یہ دونوں انسان کے لیے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ ان چیزوں میں تصرف کرنے کا انسان کو پورا حق حاصل ہی۔ (۲) اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض الجرز فنخرج بہ زرعا تاکل منہ انعامھم وانفسھم افلا یبصرون ط (سورہ سجدہ رکوع ۳) ہم افتادہ زمین پر پانی بہاتے ہیں اس سے زراعت پیدا ہوتی ہی۔ کچھ تو خود کھاتے ہو اور کچھ تمھارے جانوروں کا چارہ ہوتے ہیں۔ کیا میرے اس کرم کو نہیں دیکھتے ہو) اس آیۃ کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ زمین اور پانی کی طرح انسان کو نبات پر بھی تصرف کرنے کا حق دیا گیا ہی۔ خود کھائے اپنے جانوروں کا چارہ بنائے یا دیگر آسائش

میں صرف کرے۔ ہر طرح کا اختیار اسے حاصل ہے۔ (۳) وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ النحل رکوع ۱) یعنی چارپائے میں نے تمہارے لیئے پیدا کیئے ہیں۔ اُن سے گونا گوں نفع حاصل کرتے ہو۔ موسم سرما کا سامان اُن کی اون سے بناتے ہو۔ بعض جانوروں کو اُن میں سے کھاتے ہو۔ صبح کو وہ چرائی کو جاتے ہیں۔ یا شام کو جب واپس آتے ہیں۔ تو اُن میں ایک قسم کا جمال دیکھتے ہو۔ تمہارے بوجھ کو ایک شہر سے اُٹھا کر دوسرے شہر پہنچاتے ہیں جس کا ئے جانا تم کو شاق ہوتا۔ گھوڑے خچر گدھے تمہاری سواری کے لیئے پیدا کیئے۔ اور بہت چیزیں اللہ تمہارے لیئے پیدا کرتا ہے۔ جنھیں تم نہیں جانتے۔ (۴) اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا مالکون ۝ وذللنٰھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون ۝ ولھم فیھا منافع ومشارب ؕ افلا یشکرون ؕ

(سورہ یٰسین رکوع ۵)

(کیا اُنھیں سوجھتا نہیں۔ کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیئے چوپائے پیدا کیئے تو وہ اُن کے مالک ہیں۔ اور ہم نے چوپایوں کو ان کا مسخر کر دیا۔ تو اُن میں کسی پر سوار ہوتے ہیں۔ اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور انسانوں کے لیئے ان بہائم میں نفع کی چیزیں ہیں۔ اور پینے کی بھی چیزیں ہیں۔ تو کیا بنی آدم اس کا شکر نہ کرینگے۔) ان دونوں آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ چوپایہ انسان کی ملک ہے۔ انسان کو اس کا پورا حق دیا گیا ہے کہ اُسے کھائے، اُس پر سوار ہو، اس کی کھال۔ اس کی اون اور ہڈی سے فائدہ اُٹھائے، اُس پر بوجھ لادے، اس کا دودھ استعمال میں لائے۔ اب اُس آیۃ کریمہ کی

بھی تلاوت کرو جس میں ان چوپایوں کی تصریح موجود جن کا کھانا حلال اور جن کا گوشت بعد از ذبح طیب وطاہر۔ (۵) ومن الانعام حمولۃ وفرشا۔ کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین ثمانیۃ ازواج من الضأن اثنین ومن المعز اثنین قل الذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صادقین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل الذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین۔ ام کنتم شہداء اذ وصاکم اللہ بھذا۔ فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ (سورۃ الانعام رکوع ۱۶)

(اُس خدا نے چارپایوں میں بعض بلند قامت بوجھ اٹھانے والے پیدا کیے اور بعض زمین سے لگے ہوئے جو نہیں لادے جاتے۔ لوگو خدا نے جو تم کو روزی دی ہے اس میں سے بے تامل کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ خدا نے یہ چارپائے جن کے کھانے کا تمہیں حکم دے رہا ہے۔ نر و مادہ ملا کر آٹھ قسم کے پیدا کیے ہیں بھیڑوں میں سے نر و مادہ دو اور بکریوں میں سے نر و مادہ دو۔ اے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو کہ خدا نے بھیڑ بکری کے دو نروں کو حرام کر دیا ہے یا دو مادیوں کو یا وہ بچہ جس کو ان دو مادیوں کے پیٹ اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تو مجھ کو اسکی سند بتاؤ۔ اور اونٹوں میں سے نر و مادہ دو اور گائے میں سے نر و مادہ دو۔ اب اے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو کہ خدا نے اونٹ گائے کے دو نروں کو حرام کر دیا ہے۔ یا دو مادیوں کو یا وہ بچہ جس کو ان دو مادیوں کے پیٹ اپنے اندر لیے ہوئے ہیں، یا جس وقت خدا نے تم کو ان چیزوں کے حرام کرنے کا حکم دیا تھا۔ اُس وقت تم خود موجود تھے۔ تو اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو لوگوں کے گمراہ کرنے کے لیئے بے سمجھے بوجھے خدا

پر بہتان باندھے۔ بیشک خدا سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا)

آیۂ کریمہ کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھیے۔ بھیڑ بکری اونٹ گائے ان کے حلال وطیّب ہونے پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔ صاف لفظوں میں تاکید کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ ان جانوروں کو خدا کا نام لے کر ذبح کرو۔ اور ان کے حلال وطیّب ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہ کرو۔

سورۂ حج میں انھیں جانوروں کی قربانی کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے۔ سورۂ انعام نے ان بہائم اور انعام کے نام بتائے جو حلال وطیّب ہیں۔ اور سورۂ حج نے انھیں بہیمۃ الانعام کی قربانی کا حکم سنایا۔ ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللّٰہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام (ہر ایک اُمّت کے لیے ہم نے قربانی قرار دی تھی۔ تاکہ خدا نے جو انھیں چارپائے دیے ہیں۔ قربانی کرتے وقت ان پر خدا کا نام لیں)

اسی سورۂ حج میں اس آیۃ سے پہلے رکوع میں ہے۔ ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر یعنی (خدا نے جو چارپائے اُن کو دیے ہیں ان خاص دنوں میں انھیں قربانی کرتے وقت خدا کا نام لیں۔ بعد ذبح قربانی کا گوشت آپ بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ)

اِن آیات سے اچھی طرح واضح ہوا کہ خالقِ عزوجل نے اپنے کلامِ پاک میں بالفاظ واضح یہ حکم سنایا کہ بہائم پر تصرّف کا حق انسان کو عطا کیا گیا۔

احکامِ شرعیہ ونصوصِ صحیحہ

اب مسئلہ قربانی اور خصوصاً گائے کی قربانی کے متعلق احکامِ شرعیہ اور نصوصِ صحیحہ نقل کرتا ہوں مذہبی نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمائیے۔ پہلے نفسِ مسئلۂ قربانی اور اس کے متعلقات کو سُنیے، پھر قربانی گائے کے متعلق عرض کرونگا۔

ہدایہ کتاب الاضحیۃ میں ہے۔ الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحٰی عن نفسہ والاضحیۃ من الابل والبقر والغنم۔ قربانی واجب ہے ہر آزاد مسلمان مقیم صاحب مقدرت پر اپنی طرف سے عید الضحٰی کے روز اور قربانی کے جانور اونٹ۔ گائے اور غنم ہیں۔ یہ متن ہدایہ کی عبارت ہے۔ اب صاحب آگے فرماتے ہیں۔ اما الوجوب فقول ابی حنیفۃ ومحمد وزفر والحسن واحد الروایتین عن ابی یوسف رحمھم اللہ۔ یعنی امام ابو حنیفہ امام محمد امام زفر امام حسن رحمہم اللہ یہ سب وجوب کے قائل ہیں۔ آزاد مسلم مقیم صاحب مقدرت پر ان سب اماموں کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت وجوب ہی کو بتاتی ہے۔ پھر صاحب ہدایہ وجوب کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا" ومثل ھذا الوعید لا یلحق بترک غیر الواجب۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جسے فراخی اور تونگری ہو پھر وہ قربانی نہ کرے تو ہماری نمازگاہ کے قریب بھی وہ نہ آئے اور اس طرح کی وعید غیر واجب کے ترک پر نہیں پائی جاتی۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ قربانی سنّت مؤکدہ ہے۔ فقہائے کرام اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ تارک سنت مؤکدہ بھی مورد وعید ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک سنتی لم تنلہ شفاعتی۔ جس نے میری سنت ترک کی میری شفاعت اس کو نہ پہنچیگی۔ اس حدیث کو فقہا روایت کرتے ہوئے یہ حکم صادر فرماتے ہیں۔ ویجب المقاتلۃ مع جماعۃ ترکوا الاذان وان کان الاذان سنۃ لان احیاء السنۃ واجب۔ اگر کسی جماعت نے نماز کے لیئے اذان پکارنا چھوڑ دیا ہو تو اس سے لڑنا واجب ہے اگرچہ اذان سنّت ہے۔ یہ مقاتلہ یوں واجب ہوا کہ احیاء سنت واجب ہے۔

ہدایہ کی عبارت جو لکھی گئی اس سے دو باتوں کا بتانا مقصود تھا۔ اولاً یہ کہ قربانی صاحب مقدور پر احناف کے مذہب میں واجب ہے۔ فقہ کی جس کتاب کو دیکھو گے یہی پاؤ گے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے۔ ثانیاً یہ کہ اونٹ گاؤ اور غنم قربانی کے لئے تینوں کا مرتبہ یکساں۔ سب کتابیں پکار پکار کر یہی کہہ رہی ہیں۔ اسی جگہ دو حدیث پاک پڑھنے کی سعادت حاصل کر لیجئے۔

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن اٰدم یوم النحر احبُّ الی اللہ من اھراق الدم۔ یعنی ابن آدم کے لئے قربانی سے زیادہ پسندیدہ کوئی عبادت بقرعید کے دن نہیں ہے۔

(۲) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفاطمۃ رضی اللہ عنہا قومی فاشھدی اضحیتک فانہ یغفرلک باول قطرۃ من دمھا کلُّ ذنب۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس جاؤ۔ اس کے پہلے قطرے پر خدا تمہارے کل گناہ معاف فرمائیگا۔

احادیث شریفہ اور عبارات فقیہہ سے حسب ذیل امور مفہوم ہوئے۔

(۱) قربانی واجب ہے۔

(۲) تارک اس کا مستحق وعید ہے۔

(۳) بقرعید کے روز قربانی پسندیدہ ترین عبادت ہے۔

(۴) قربانی کے جانور تین ہیں۔ اونٹ، گاؤ۔ غنم۔

(۵) قربانی کرتے ہی مغفرت کی نعمت ملتی ہے۔

اب اس عبادت یعنی قربانی کی حقیقت کیا ہے اور کب سے ہے۔ مختصراً اسے بھی سمجھ لیجئے۔

دینِ اسلام میں قربانی ایک مذہبی عبادت عہد قدیم ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السّلام سے ہی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ و سلامہٗ علیہ کو اپنے نورِ نظر لختِ جگر فرزند کی قربانی کا حکم ہوا تھا۔ باپ نہایت خوشی سے بیٹے کو قربان گاہ تک لے جاتا ہی اور بیٹا بصد طرب خدا کے نام پر گلا کٹانے کے لیئے قربان گاہ تک پہنچ جاتا ہی۔ باپ اور بیٹے کی یہ فدویت حق سبحانہٗ کو پسند آتی ہی۔ عین اس موقع پر جب کہ جوشِ عبودیت و فدویت نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ خالقِ عزوجل پکار کر فرماتا ہی کہ حق اسلام تم دونوں نے ادا کر دیا۔ بیٹے کے عیوض یہ ذبح عظیم حاضر ہی۔ یہ سارا واقعہ سورۂ صافات کی اُن آیات میں ہی۔ موحدانہ اخلاص پیشِ نظر ہو تو آیات کا عجب جلوہ دکھائی دے جاتا ہی۔ فلما بلغ معہ السعی قال یٰبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ قال یٰاَبت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ فلما اسلما وتلہ للجبین۔ ونادینٰہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ انا کذالک نجزی المحسنین۔ ان ھٰذا لھو البلاء المبین۔ وفدینٰہ بذبح عظیم۔ وترکنا علیہ فی الاٰخرین۔ سلامٌ علیٰ ابراھیم کذالک نجزی المحسنین۔ یعنی جب وہ لڑکا جوان ہوا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں۔ (خواب پیغمبروں کے لیئے ایک قسم کی وحی ہی) کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تم بھی اپنی جگہ سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہی۔ بیٹے نے کہا۔ اے باپ آپ کو جو حکم ہوا ہی بے تامل اس کی تعمیل کیجئے۔ اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر ہی پائینگے۔ پھر جب دونو تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے حلال کرنے کے لیئے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑا تو ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ حکم خواب کو سچ کر دکھایا بے شک ہم نیک بندوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمایش تھی۔

اور ہم نے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا اور ابراہیم کے بعد آنے والی اُمتوں میں ان کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہوجیو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں)۔

ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک موقع پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قربانی کی حقیقت پوچھی تو آپ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ قالوا ماھٰذہ الاضاحی یا رسول اللہ۔ قال سُنّۃ ابیکم ابراھیم قالوا مالنا منھا قال بکل شعرۃ حسنۃ۔ یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ قربانیاں کیا ہیں اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پدر بزرگوار حضرت ابراہیم کی سُنّت اور طریق ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ ہم کو اس قربانی سے کیا ثواب ہے؟ فرمایا ہر بال کے عوض میں ایک نیکی۔

الحاصل قربانی حضرت ابراہیم خلیل کے عہد سے شروع ہوئی۔ اور جب ملّتِ براہیمی کا تمام عالم میں تبلیغ کرنے والا اور طریق ابراہیم پر ساری دنیا کو چلانے والا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوا تو یہ نعمتِ جلیل فدویت فی سبیل اللہ کی اپنی اُمّتِ مرحومہ کو عطا فرمائی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

اب حقیقت قربانی کی یوں سمجھیے کہ جماد نبات اور حیوان کو جس طرح اپنے نفوس کی ملکیت کا حق نہیں بلکہ ان کا مالک انسان بنایا گیا۔ اسی طرح انسان کو اپنے نفس کی ملکیت نہیں پہنچی۔ ان کا مالک ان کا پیدا کرنے والا حضرت مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اسی لیئے خودکشی ایک جرم عظیم ہے۔

انسان کی ذات جب کہ ملک الٰہی ہے تو اس کے مالک کو اس میں ہر طرح کے تصرف کا حق ہے۔ اُس کے تصرفات کے اوقات میں انسان کو اس کا حق نہیں کہ وہ عذر کرے

یا اپنی ناگواری کا اظہار۔ یہاں تک کہ اگر اس کے نام اور اس کے کلمۂ توحید کے بلند کرنے میں جان بھی قربان کرنا ہو تو اسے بصد خوشی اور بہ ہزاراں طرب انجام دینا چاہیئے۔ ابراہیم خلیل کو حکم ہوتا ہے اور وہ اپنے بیٹے کو اپنے ہی ہاتوں قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تمام شفقتِ پدری اور اس کے لوازم اور متعلقات اور وہ ساری مسرتیں جو اولادِ سعید سے ایک باپ کو حاصل ہوتی ہیں یہ سب ایک حکم الٰہی پر قربان ہو رہی ہیں۔ اسی طرح اسمٰعیل ذبیح اللہ اپنی جان اور زندگی کی ساری لذتیں ایک حکم مولا پر قربان کر رہے ہیں۔ اس مقام پر باپ اور بیٹے دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ساری لذائذِ حیات اور شفقتِ پدرانہ کو تعمیل حکم الٰہی کی لذت پر قربان کر دینا عین اسلام ہے۔ یہی نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی اس اطاعت اور فدویت کو لفظ اسلما سے ظاہر فرمایا۔ اسی فدویت کی یادگار ہے جو عید الضحیٰ میں قربانی دی جاتی ہے۔ تاکہ ذبح حیوان کے وقت یہ یاد آجائے کہ اگر موقع اپنی جانوں اور اپنی اولادوں کی قربانی کا آئیگا تو وہ بھی اسی طرح بے دریغ نہایت مسرت سے قربان کر دیئے جائیں گے۔ اسی بنا پر مستحب ہے کہ قربانی اپنے ہات سے دی جائے اور اگر کوئی ذبح اچھی طرح نہیں کر سکتا تو بوقت ذبح قربانی کے پاس خود موجود رہے۔ ہدایہ میں ہے۔ والافضل ان یذبح اضحیتہ بیدہ ان کان یحسن الذبح وان کان لا یحسنہ فالافضل ان یستعین بغیرہ واذا استعان بغیرہ ینبغی ان یشھدھا۔ یعنی افضل تو یہ ہے کہ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہات سے ذبح کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا آتا ہو اور اگر اچھی طرح ذبح کرنا اسے نہ آتا ہو تو پھر یہ افضل ہے کہ ذبح میں کسی اور سے مدد لے اور خود موجود رہے۔

قربانی جب کہ قایم مقام فدویت ہے تو اس کی طرف ہر مسلمان کو رغبت و شوق دلانا ایک محبوب ترین عبادت کی جانب ترغیب و تشویق ہے۔ اور اس میں سہولت بہم پہنچانا ایک اہم خدمتِ دینی کا انصرام۔ شریعت نے بدرجۂ غایت اس عبادت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چنانچہ ایسے

مسلمان جن پر تنگدستی کے سبب قربانی واجب نہیں اگر بہ نیتِ قربانی جانور خریدیں اور قربانی کریں تو یہ مستحسن اور خدا کو پسندیدہ۔ اس میں تمام ائمہ مذاہب کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ بہ نیتِ قربانی اگر ایسے شخص نے جس پر قربانی واجب نہ تھی۔ جانور خریدا تو اس نیت سے اس جانور کا قربانی کرنا اُس پر واجب ہو گیا یا مستحب اور مندوب ہی رہا۔ حنفیہ کے نزدیک واجب ہو گیا۔ ہدایہ میں ہے۔ لانھا واجبۃ علی الغنی وتجب علی الفقیر بالشراء بنیۃ التضحیۃ عندنا۔ یعنی قربانی غنی پر تو واجب ہی ہے۔ مگر فقیر پر بھی اُس وقت واجب ہو جاتی ہے جب کہ بہ نیتِ قربانی کوئی جانور خریدے یہ ہم احناف کا مسئلہ ہے۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ قربانی ایک ایسی عبادت ہے کہ جس پر نہیں بھی واجب ہے اگر وہ بھی قربانی کرے تو خدا کو پسند و محبوب ہے۔ اور جس پر واجب ہے وہ اگر ترک کرے تو موردِ وعید اور تارک وجوب کے حکم میں داخل۔

اگر ان تمام جزئیات کا استقصاد کیا جائے جو اس عبادت کی اہمیت و عظمت کو مشعر ہیں تو مضمون زیادہ طویل ہو جائے۔ لیکن دو ایک امور کا ذکر اس موقع پر ضرور ہے۔ شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ ہم قربانی کے جانور کو اچھی طرح رکھیں۔ خوب کھلائیں عمدہ چارہ پیٹ بھر کر دیں۔ اپنی قربانی کو موٹی و فربہ بنائیں۔ ذبح کے وقت چھری تیز کر لیں۔ ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کریں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمّنوا ضحایاکم فانھا علی الصراط مطایاکم۔ یعنی اپنی قربانی کو موٹی کرو۔ بروز قیامت صراط پر وہ تمہاری سواریاں ہونگی۔ ہدایہ میں ہے۔ ویستحب ان یحدّ الذابح شفرتہ لقولہ علیہ السلام ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیٔ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ ولیحدّ احدکم شفرتہ ولیرح ذبیحتہ۔ یعنی ذبح کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ چھری خوب

تیز کرلے اس لیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے پر احسان کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جب تم قتل کرو تو اچھی ہیئت و حالت پر قتل کرو۔ اور جب ذبح کرو تو اچھی حالت پر ذبح کرو۔ تمھیں چاہیئے کہ چھری تیز کر لو اور ذبیحہ کو راحت دو۔

ہدایہ میں ہے۔ ویکرہ ان یضجعھا ثم یحد الشفرۃ لما روی عن النبی علیہ السلام انہ رای رجلا اضجع شاۃ وھو یحد شفرتہ فقال لقد اردت ان تمیتھا موتات ھلا حددتھا قبل ان تضجعھا۔ خلاصہ یہ کہ جانور کو پچھاڑ لینے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک بکری پچھاڑے ہوئے چھری اُس کے سامنے تیز کر رہا ہے۔ اس پر آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیوں اُسے مارے ڈالتا ہے۔ چھری پہلے کیوں نہیں تیز کر لی۔

مذکورۂ بالا عباراتِ فقہیہ اور احادیث شریفہ سے یہ امر بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ حیوان کی بحیثیت جاندار اور حساس ہونے کے پوری رعایت شریعت اسلام نے کی ہے۔ ہر طرح کے رحم اور راحت رسانی کا حکم فرمایا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ انسان کا جو حق تصرف ہے اس کی بھی شریعت نے اُسے کامل اجازت دی ہے۔

بیان کے اِس حصے کو اِس قدر تفصیل کے ساتھ صرف اس لیئے لکھا گیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ قربانی شعارِ اسلام ہے۔ اللہ کا پسندیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ۔ علمائے اُمت کا پسندیدہ ہے۔ قربانی ایک عبادت ہے۔ اس لیئے اس کے تمام آداب شریعت نے بتائے اور اس کے ہر پہلو کو اپنی تعلیم و ہدایت کی آغوش میں لے لیا۔ پس قربانی کرنا محض تعمیلِ شریعت اور خوشنودی مولیٰ عزوجل و حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسے جاری کرنا اس میں سہولت پیدا کرنا اس کے دائرہ کو وسیع کرنا شعارِ اسلام کو رونق دینا ہے۔ اور ایک اہم فرض کی یاد تازہ کرنا ہے۔ ھدایات و تعلیمات ترغیب و تحریص اور وعدہ

وعید جو قربانی کے متعلق لکھے گئے انہیں دیکھتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان قربانی کسی کے دل دکھانے کو کرتے ہیں۔

گائے کی قربانی

یہاں تک نفس مسئلہ قربانی کا بیان تھا اور اُن چوپایوں کا ذکر تھا جنہیں قربانی کے لئے خدا نے اور خدا کے رسول نے مقرر کیا ہے اب قربانی گاؤ کے متعلق گزارش ہے۔

کلام پاک میں کہیں اس کا مذکور نہیں کہ خدا کے نام پر بھیڑ بکری کی قربانی میں بہ نسبت گائے کے زیادہ ثواب ہے۔ نہ کہیں کسی حدیث میں یہ وارد کہ بھیڑ بکری کی قربانی باعتبار گائے مزید ثواب اور اجر کا باعث ہے۔ نہ فقہا نے کہیں کسی فقہ کی کتاب میں گائے کی قربانی سے زیادہ ثواب بھیڑ بکری کی قربانی میں بتایا۔

قرآن پاک نے بہیمۃ الانعام کا لفظ فرمایا جس میں اونٹ گائے بھیڑ بکری مینڈھا ذ سب کے سب داخل اور سب کا حکم ایک۔ اسی کی تائید حدیث میں۔ اسی کی کتب فقہ میں اسی پر آج تک مسلمانوں کا عمل درآمد۔

اونٹ اور گائے میں سات شریک ہو سکتے ہیں۔ اور بھیڑ بکری میں دو کی بھی شرکت نہیں ہو سکتی۔ مذہبی کتابیں جسقدر ملیں گی اور اُن میں قربانی کا ذکر ہوگا تو یہی مسئلہ پاؤ گے جو لکھا گیا۔

اب ہم تمہیں چند احادیث شریفہ سنائیں جن سے یہ معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گائے قربانی فرمائی۔ گائے کی قربانی میں سات آدمیوں کے شریک ہو جانے کا صحابۂ کرام کو حکم فرمایا۔ صحابہ کرام آں حضرت کے زمانہ میں گائے کی قربانی کرتے تھے آں حضرت کے بعد بھی صحابہ کرام نے یہی فتویٰ دیا کہ جو میسر آئے اس کی قربانی کرو اس کی ہدی لے جاؤ۔ گائے کی قربانی گائے کی ہدی اسی طرح ثابت جیسا اونٹ اور غنم کی قربانی

اور ہدی ثابت کوئی فرق نہیں۔

اب مناسب ہے کہ گاؤ کی قربانی جن نصوص میں ہے اُن کی تلاوت کروں۔

سب سے پہلے صحیح بخاری شریف کی حدیث سے بہرہ اندوز ہوجیے۔ حدثنا عبداللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن یحیٰی بن سعید عن عمرۃ بنت عبدالرحمٰن قالت سمعت عائشۃ تقول خرجنا مع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لخمسٍ بقین من ذی القعدۃ لا نریٰ الا الحج فلمّا دنونا من مکۃ امر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من لم یکن معہٗ ھدیٌ اذا طاف وسعیٰ بین الصّفا والمروۃ ان یحلّ قالت فدخل علینا یوم النحر بلحمٍ بقر فقلت ما ھذا قال نحر رسول اللہ صلعم عن ازواجہ قال یحیٰی فذکرتہ للقاسم فقال اتتک بالحدیث علیٰ وجھہٖ۔ خلاصہ اس حدیث مبارک کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ذوالقعدہ میں پانچ دن باقی تھے جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب سفر ہوئے۔ اس سفر کا مقصد حج بیت اللہ تھا۔ جب ہم مکہ سے قریب تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ جب طواف کعبہ کرلیں اور صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہوں تو احرام اپنا کھول ڈالیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قربانی کے دن میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ گوشت کیسا ہے؟ لانے والے نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی دی ہے یہ اُسی کا گوشت ہے دوسرے باب میں یہی حدیث کچھ اور مسائل کے ساتھ مروی ہے۔ اور ختم میں پھر یہ الفاظ مذکور ہیں۔ قالت فلمّا کنّا بمنیٰ اتیت بلحم بقرٍ فقلت ما ھذا قالوا اضحیٰ رسول اللہ صلعم عن ازواجہ بالبقرِ۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب ہم منیٰ میں تھے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا یہ گوشت کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی ہے۔

یہ حدیث شریف بطرق عدیدہ وباسانید کثیرہ متعدد ابواب بخاری میں موجود ہے۔

اب مُسلم شریف کی حدیث سنیئے۔ امام مسلم صحیح مسلم شریف میں اپنے اساتذۂ حدیث سے باسانید کثیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اِسی حدیث جلیل کو جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ روایت کرتے ہیں۔ قالت فاتینا بلحم بقر فقلت ما ھذا فقالوا اھدیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ البقر۔

آپ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا یہ گوشت کیسا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بی بیوں کی طرف سے ہدی میں گائے لائے تھے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ قالت وضحیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر۔

آپ فرماتی ہیں کہ قربانی دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بی بیوں کی طرف سے گائے۔

مسلم شریف میں ایک روایت حضرت جابر سے مروی ہے۔ قال ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشۃ بقرۃ یوم النحر۔

حضرت عائشہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے روز ایک گائے ذبح فرمائی۔

بخاری اور مُسلم کی روایتوں سے بالکل صاف اور کھلے لفظوں میں یہ ثابت ہو گیا کہ خود سرورِ کائنات نے گائے قربانی فرمائی اور اس کا گوشت تقسیم فرمایا۔

ایک اور حدیث جلیل صحیح مسلم میں حضرت جابر سے یوں روایت ہے عن جابر بن عبد اللہ قال نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحدیبیۃ البدنۃ عن

سبعۃٍ والبقرۃ عن سبعۃٍ۔

یعنی حضرت جابر فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال ہم لوگوں نے اونٹ سات آدمی کی طرف سے اور گائے سات آدمی کی طرف سے قربانی کی۔

پھر ایک اور موقع پر گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے۔ مسلم شریف میں ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال حججنا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فنحرنا البعیر عن سبعۃٍ والبقرۃ عن سبعۃٍ۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ساتھ حج ادا کیا تو قربانی کی ہم لوگوں نے اونٹ سات آدمی کی طرف سے اور گائے سات آدمی کی طرف سے۔

پہلی حدیث ایک واقعہ بتاتی ہے۔ یعنی صلح حدیبیہ کا موقع۔ دوسری حدیث دوسرا واقعہ یعنی حج کا۔ دونوں حدیثوں میں دو واقعوں کی خبر ہے۔

ایک اور روایت صحیح مسلم کی سنیئے۔ عن جابر قال خرجنا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مھلّین بالحج فامرنا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعۃٍ منّا فی بدانۃٍ۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ساتھ احرام باندھ کر حج کے لئے نکلے تو آپ نے حکم دیا کہ ہم لوگ اونٹ اور گائے میں شریک ہو جائیں۔ ہم میں سے ہر سات آدمی ایک ڈیل دار جانور میں۔ عن جابر بن عبد اللّٰہ قال کنّا نتمتّع مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بالعمرۃ فنذبح البقرۃ عن سبعۃ نشترک فیھا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی معیت میں تمتع

مرہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ تو ہم لوگ ایک گائے سات آدمی کی طرف سے ذبح کیا کرتے۔ یہ حدیث کھلے الفاظ میں بتا رہی ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں برابر گائے قربانی ہوا کرتی تھی۔

صحیح بخاری اور مسلم شریف سے جب کہ متعدد احادیث منقول و مسطور ہو چکیں تو بیان دیگر کتب احادیث کے نقل روایات سے بے نیاز و مستغنی ہے۔ لیکن تبرکاً چند روایتیں کنز العمال سے پیش کرتا ہوں۔ عن المغیرۃ بن حربٍ عن علیٍّ او حذیفۃ انّ النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اشرک بین المسلمین فی ھد یھم البقرۃ عن سبعۃٍ۔ مسلمانوں کی طرف سے گائیں ہدی ہو کر مکہ معظمہ جا رہی تھیں آپ نے ایک گائے میں سات آدمیوں کو شریک فرما دیا۔ عن ابی الاسد السّلمی عن ابیہ عن جدّہ قال کنت سابع سبعۃٍ مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فامرنا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم نجمع کلّ واحدٍ منا درھمًا فاشترینا اضحیۃً بسبعۃ دراھم فقلنا یا رسول اللّٰہ لقد اغلینا بھا فقال النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم انّ افضل الضحایا عند اللّٰہ اغلاھا و انفسھا فامر النّبیّ صلعم رجلًا فاخذ بیدٍ و رجلًا بیدٍ و رجلًا برجلٍ و رجلًا برجلٍ و رجلًا بقرنٍ و رجلًا بقرنٍ و ذبحھا السّابع وکبّرنا علیھا جمیعًا۔

راوی کہتا ہے کہ میں سات آدمیوں سے ساتواں تھا معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے ہمیں حکم فرمایا اور ہم نے فی کس ایک درہم لے کر سات درہم جمع کر لیے اور ایک قربانی کا جانور سات درہم میں خرید لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جانور بہت گراں قیمت پر ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ افضل قربانی تو وہی ہے جو بہت داموں میں آئے اور بہت ہی نفیس ہو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو ایک نے ایک ہاتھ اور دوسرے نے دوسرا ہاتھ اس کا پکڑا ایک نے

ایک ٹانگ اور دوسرے نے دوسری ٹانگ۔ ایک نے ایک سینگ اور دوسرے نے دوسرا سینگ اس طرح چھ شریکوں نے اس کے ایک ایک عضو کو پکڑ کر پچھاڑا۔ اور ساتویں نے اسے ذبح کیا اور تکبیر ہم ساتوں نے مل کر پکاری۔

کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ جانور گائے ہے۔ جس میں سات شریک ہیں۔ اور اسکے دو سینگ ہیں عن المغیرۃ بن حرب قال جاء رجل الی علیؑ فقال انی اشتریت بقرۃً اضحی بھا فنتجت فقال لا تشرب من لبنھا الا ما یفضل عن ولدھا فاذا کان یوم النحر فانحرھا الخ۔

ایک شخص حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک گائے قربانی کی نیت سے خریدی تھی اب اس نے بچہ جنا۔ حضرت مولیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بچے سے بچکر جو دودھ بچے اسے پیو اور جب قربانی کا دن آئے اسے قربانی کر دینا۔

عن علیؑ ان رجلاً سالہ عن الھدی مما ھو فقال من الثمانیۃ الازواج فکان الرجل شک فقال ھل تقرءُ القراٰن قال نعم قال سمعت اللہ یقولُ یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ احلت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلیٰ علیکم قال نعم قال سمعتہٗ یقول لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من الانعام حمولۃً وفرشا۔ فکلوا من بھیمۃ الانعام قال نعم قال فسمعتہٗ یقول من الضان اثنین ومن المعز اثنین۔ ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قال نعم الخ۔

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ ہدی میں کس جانور کو لے جانا چاہئے آپ نے فرمایا کہ آٹھ جوڑوں میں سے۔ اس پوچھنے والے کو اس میں شک سا ہوا۔ تب مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ تو نے خدا کا یہ فرمانا سنا ہے۔ کہ اے ایمان والو اپنے عقود کو پورا کرو چوپائے مویشی تمہارے لئے حلال کئے گئے ہیں مگر جن کی حرمت

تم کو بتادی گئی - اس نے کہا یہ حکم خدا بے شک معلوم ہی - پھر آپ نے فرمایا خدا کا یہ فرمان بھی تو نے سنا ہی جو چوپائے تمھارے رزق ہیں ان پر خدا کا نام لے کر ذبح کرو اور چارپائے بوجھ اُٹھانے والے و بلند قامت بھی ہیں - اور پست قد جن پر بوجھ نہیں لادا جاتا - اس نے کہا یہ حکم خدا بھی معلوم ہی - آپ نے فرمایا کہ خدا کا یہ فرمان بھی تو نے سنا ہی کہ بھیڑ میں سے دو بکری میں سے دو - اونٹ میں سے دو - اور گائے میں سے دو - اس نے کہا ہاں معلوم ہی -

خیر قرون کا تعامل

ان احادیث میں کھلے اور صاف الفاظ میں یہی بتایا گیا ہی - کہ اونٹ گائے بھیڑ بکری جو میسر آجائے اُسے قربانی کرو - پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ خود زمانہ آں حضرت میں گائے برابر قربانی دی جاتی تھی صحابہ کرام کا تعامل و توارث بھی ثابت ہوا - اب اگر مسلمانوں پر تنگی کی جائے تو بڑے تعجب کا مقام ہی - خدا فرماتا ہی - یاایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اے ایمان والو جن حلال چیزوں کو میں نے تمھارے لیئے رزق بنایا ہی اُسے کھاؤ اور اس نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اُسی کی عبادت کرتے ہو - اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہی اور اس عطا پر ہمیں اداے شکر کی ہدایت فرماتی ہی - لیکن ملک کے سچے خیر خواہ ہماری بہبود اس کے چھوڑنے اور باز رہنے میں بتاتے ہیں - اور ہمیں پاک اور حلال شے سے کف کا حکم دیتے ہیں -

ترکِ حلال سے منع

ایک موقع پر کسی حلال چیز کے ترک کا وعدہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات سے اُنکی خوشنودی کے لیئے فرمالیا تھا - حق سُبحانہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا - سورہ تحریم کی تلاوت کیجیے - یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک

واللہ غفور رحیم۔ اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ پر حلال فرمایا ہے۔ اسے چھوڑ کر اپنے اوپر حرام کیوں فرماتے ہو۔ اپنی بی بیوں کی خوشی مطلوب ہے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

خدا کے حلال کو حرام سمجھنا تو کفر ہے۔ پیغمبر کسی حلال کو حرام نہیں سمجھ سکتا۔ یہ تو محال ہے۔ ہاں حلال شے کے ترک کا وعدہ فرمایا تھا۔ اِس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور لفظ لم تحرم سے یعنی کیوں حرام کرتے ہو یہ اشارہ فرمایا کہ کسی حلال شے سے متمتع نہ ہونا مباح اور جائز ہے۔ لیکن اس کے متعلق یہ فیصلہ کر لینا کہ اس حلال سے متمتع نہ ہونگے یہ ہرگز جائز نہیں۔

ترک و کف کا فرق

ہندوستان کے اکثر و بیشتر مسلمانوں نے اونٹ کا گوشت چکھا بھی نہ ہوگا اور بجز معدودے چند مسلمانوں کے سب کے سب اس کی لذت سے بے بہرہ ہیں۔ تو یہ کوئی گناہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ میں اونٹ کا گوشت نہ کھاؤں گا یا اونٹ ذبح نہ کرونگا یا اونٹ کی قربانی نہ کرونگا تو وہ بے شک گنہگار ہوگا۔ اِسی طرح مسلمانوں کو ہرگز اس کا حق نہیں کہ وہ یہ فیصلہ کرلیں اور عہد کرلیں کہ ہم قربانی گائے کی نہ کرینگے۔ شریعت کی رُو سے ایسا عہد کرنیوالا گنہ گار ہوگا۔ خدا کے حلال کو حرام کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابًا من دون اللہ۔ یعنی اہلِ کتاب نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور فقراء کو اپنا رب بنا لیا ہے۔ یہ آیہ کریمہ جب اہل کتاب کے سوء اعمال کے متعلق نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل کتاب اپنے علماء اور فقراء کو رب تو نہیں مانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب اپنے علماء اور فقراء کے کہنے پر خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔ تو یہی اُن کو رب بنانا ہے۔ افسوس ہے ہم مسلمانوں کا

اگر اللہ اور رسول کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو ترجیح دیں۔ ملک کے سچے خیرخواہوں کی باتیں مانیں۔ اور شارع علیہ السّلام کے احکام کو پس پشت ڈالیں۔

قربانی گاؤ کی اہمیت

مسلمانو! احادیث صحیحہ سے یہ امر روشن ہو چکا کہ ملک عرب میں بھی گائے کی قربانی ہوتی تھی اور کثرت سے قربانی ہوتی تھی۔ خود نازِ عرب، فخرِ عجم تاج دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب گائے کی قربانی اپنے ہاتھوں سے کی ہے تو کسی مسلمان کا منہ کیوں کر اٹھ سکتا ہے جو اس کی ممانعت کرے۔ روایات و نصوص نے یہ بھی اچھی طرح واضح کر دیا کہ مسلمان گائے کی جو قربانی کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود اس عبادت کا ادا کرنا ہے جو ان پر واجب ہے۔ اور جس کا خدا نے انھیں حکم دیا ہے۔ اور اس سہولت سے متمتع ہونا ہے جو انھیں شریعت نے عطا کی ہے حاشا و کلا کسی کی دل آزاری منظور نہیں۔ ہندوستان میں ہر ایک شخص صرف گائے ہی کی قربانی نہیں کرتا ہے۔ بلکہ بھیڑ بکری مینڈھا دُنبہ سب ہی ذبح ہوتے ہیں۔ اور ان سب جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔ گائے عموماً وہ متوسط الحال اور غربا قربانی کرتے ہیں جنھیں استطاعت دُنبہ بکرے اور مینڈھے کی قربانی کی نہیں ہے۔

قربانی گاؤ کا اقتصادی پہلو

ایک گائے میں سات شریک ہو سکتے ہیں۔ اِس لیے و آسانی سے مسلمان فائدہ اُٹھاتے ہیں سات بکرے یا سات مینڈھے ایک گائے سے ہر حال میں گراں پڑتے ہیں۔ بعض اہلِ دَول بھی گائے کی قربانی کرتے ہیں۔ اور اجازت شرعی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ قانون جدید تسلیم کر لیا گیا کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی نہ ہو۔ تو یقین جانئے کہ سو میں سے پچاس مسلمان قربانی کی ادائگی سے محروم رہ جائینگے۔ اس طرح کی قیود کا یہی مطلب ہے کہ قربانی مسلمانوں سے ترک ہو جائے اور ملتِ ابراہیمی کی یہ ناقابل فراموش یادگار مسلمان

بھول جائیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی ناداری تہی دستی اسی کی مقتضی ہے۔ کہ انھیں گائے کی قربانی سے منع نہ کیا جائے۔ قطع نظر اس کے کہ ایک حلال وطیب شے سے منع کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ مسلمانوں کا افلاس ان کی بے بضاعتی گائے کی قربانی پر انھیں مجبور کرتی ہے مسلمانوں کو ایسا سبق نہ دیا جائے جس سے قربانی کو بھول جائیں۔ جب قوم مسلم اسی سبق کو بھولتی ہے یا اُسے بھولنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ یا بھولنے کے اسباب وشرائط پیش کیے جاتے ہیں تو پھر وہ کونسا سبق ہے جس کو یاد رکھنے اور یاد کرنے کی ہدایت وتعلیم دی جائیگی

قومی پہلو

ہندوستان میں گائے کی قربانی کا آج تک باقی رہنا بیش بہا قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ اُن گراں بہا قربانیوں کے حقوق اگر ادا نہ کیجئے تو کم از کم ان کی ملیامیٹ بھی نہ کیجئے۔ انصاف کیجئے عید مسلمانوں کی ایسی مسرت کا دن ہے کہ ساری خوشیاں اسی سے تشبیہ دی جاتی ہیں۔ انتہائی مسرت وسرور کے لیئے عید کا دن کہدینا کافی سمجھا جاتا ہے۔ اس روز مسلمان نہاتے ہیں اچھے کپڑے پہنتے ہیں ایک دوسرے کو مبارکبادیں دیتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں۔ ان کے مذہب کی یہی ہدایت ہے۔ یہاں تک کہ اس روز روزہ رکھنا حرام ہے مذہب نے اس دن کھانے پہننے میں ہی ثواب بتایا ہے۔ مین اس موقع پر ملکی بھائیوں کی طرف سے حق وطن وحق ہمسائیگی اس صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپتی ہوتی ہیں۔ عورتوں کی عصمت خطرہ میں ہوتی ہے۔ بچے یتیم بنائے جاتے ہیں بی بیاں بیوہ کی جاتی ہیں۔ مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ گاؤں لوٹے جاتے ہیں مکان جلائے جاتے ہیں عشرت کا روز ماتم کا دن بنا دیا جاتا ہے۔ اور پھر ماتم بھی کیسا؟ مال کا جان کا عزت وآبرو کا دین وایمان کا۔ ان سب مظالم کی اگر علت دیکھیئے تو وہی فرضی یا وہمی دل آزاری۔ یعنی مسلمانوں نے اپنی ملکیت میں تصرف کیوں کیا۔ ایک عبادت کیوں بجالائے۔ خدا کے نام پر گائے کیوں قربانی دی گئی۔

اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ

بقر عید کے ایام میں یہ قتل و غارت گری یہ سفاکی و بے رحمی کیا صاف صاف اس سے خبر نہیں دیتی ہے کہ گائے کا ذبح ہونا ان مظالم کی علت نہیں - بلکہ خدا کے نام پر اُسے قربانی کرنا کفر پر شاق ہے - فی الحقیقت بقر عید کا دن توحید و خدا پرستی کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے - اسی لیئے جوشِ کفر اور ہیجان شرک میں غیر معمولی ہل چل مچ جاتی ہے - معمولی ایام میں کچھ کم گائیں ذبح نہیں ہوتی ہیں - اور اکثر ہنود ہی اس کے بیچنے والے ہوتے ہیں - اور قصابوں کے ہاتھوں فروخت کرکے روپیہ حاصل کرتے ہیں اس پر کبھی ہنود کی طرف سے وہ ستم کی بارش نہیں ہوتی جو عین عید الضحیٰ کے روز مسلمانوں پر نازل کی جاتی ہے -

اسی چند سال کے عرصہ میں گوپا، مئو، اجودھیا، آرہ، باڑھ، بہار وغیرہ میں جو منظر خونیں ہنود کے سفاک ہاتھوں نے پیش کیئے ہیں اِس سے انسانیت کو ننگ و عار اور دیدۂ آدمیت کو شرم و حیا آتی ہے - بلکہ درندگی بھی اس پر خار کھاتی ہے -

نقضِ عہد

۱۹۱۶ء میں جب کہ مسلم لیگ اور کانگریس کا مفاہمہ ہو چکا اور یہ دونوں جماعتیں باہم مل گئیں اس اتحاد کے بعد جو دوستانہ تحفہ ملکی بھائیوں نے مسلمانان کٹارپور کے سامنے پیش کیا ہے - انھیں جب کبھی صفحاتِ تاریخ پر دہرایا جائیگا تو اس کا اثر مسلمانوں کے قلب پر خنجر و سناں سے کم نہ ہوگا اور کوئی شائستہ اور مہذب جماعت افعال انسانی کہنے کی جراءت نہ کریگی -

شعار اسلامی کی بے وقری

میں اس وقت ان روح فرسا واقعات کی تصویر نہیں دکھانا چاہتا ہوں - بلکہ ان ہولناک مناظر کی یاد دلا کر اسقدر التماس کرنا چاہتا ہوں کہ جب شانِ اسلامی اور رکن دینی کو مسلمانوں نے اپنا مال اپنی جان اپنی آبرو دے کر اس طرح قایم رکھا ہو کیا وہ اس بے دردی اور بے دقعتی

سے پامال کیٔے جانے کے قابل ہی۔ ان شہدا کی پاک روحیں ان بیواؤں کی نہ خطا کرنیوالی آہوں کا تیر اُن معصوم یتیموں کے عرش رسانالے جب ہمیں اس شعار اسلام کو مٹاتے ہوئے پائینگے تو وہ کس نظر سے ہمیں دیکھینگے۔ آیندہ آنے والی نسلوں میں جب گائے کی قربانی کا مذاکرہ ہوگا تو ان شہدا اور غیور ملت کے لیٔے کیا القاب ہونگے اور ہماری شان میں اُن کے مُنہ سے کیا کلمات نکلینگے۔

مسلمانوں کی خودکشی

کس قدر حسرت وحیرت کا مقام ہی کہ ایک ذمہ دار معزز مسلمان اپنے منہ سے یہ کہے کہ "ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہمارے ملکی بھائیوں کے دل گائے کی قربانی سے زیادہ دکھتے ہیں" مسلمان مذہبی رکن ادا کریں اُس سہولت اور یسر سے مستفیض ہوں جو اُنھیں خدا نے اس کے برگزیدہ رسول نے اپنی عنایت سے دیا اپنے روپیہ سے خریداری کریں۔ اپنی ملکیت میں تصرف کریں اپنی زمین اپنے مکان میں اس عبادت کو بجا لائیں۔ باوجود ان باتوں کے ملکی بھائیوں کا دل بہت زیادہ دکھ جائے۔ یہ مسلمانوں کی خوبی تقدیر۔ کیا ملکی بھائیوں کے مال سے خریداری کی گئی تھی؟ کیا اُن کی ملکیت میں دست اندازی کی گئی؟ کیا ان سے چھین کر لایا گیا؟ کیا اُن کی زمین یا اُن کے مکان میں اس عبادت کو ادا کیا گیا؟ کیا گائے کی قربانی کی منادی کی گئی؟ آخر ان کا دل کیوں دُکھ گیا؟

مسلمانوں پر ہر طرح کی آفت عین عید کے دن لائی جائے۔ نماز عید سے وہ روکے جائیں۔ قتل وہ ہوں۔ املاک اُن کے غارت ہوں، گاؤں ان کے لوٹے جائیں لیکن یہ سب دل نوازی اور دلدہی برادر نوازی اور حق ہم وطنی۔ مگر اہل ہنود کے خیال اور وہم کو بھی اگر ایک ذرا جنبش ہو جائے تو یہ ایسی دل آزاری کہ جس کا خود ایک معزز ذمہ دار مسلمان کو اعتراف اور ایک منتخب و برگزیدہ جماعت مسلمین کو اقرار و تسلیم۔ ایسا فیصلہ انتہا سے

زیادہ مسلمانوں کی بدقسمتی کی دلیل ہے۔ اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ ملکی
بھائیوں کو اس خیال سے تکلیف ہوتی ہے کہ آج بقرعید ہے۔ مسلمان گائے قربانی کرینگے یا
یہ خبر سننے سے ان کا دل دُکھتا ہے کہ فلاں جگہ مسلمان گائے قربانی کرنے والے ہیں اس لیے
وہ درد دل سے بیتاب ہو کر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر آتے ہیں اور گائے کے عوض
مسلمانوں کو ذبح کر ڈالتے ہیں اور جب اس سے بھی دل کی تکلیف اُن کی نہیں جاتی تو
عورتوں تک نوبت پہونچتی ہے اور وہاں سے بڑھتے ہیں تو مال و متاع مکان و مساجد تک
ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اگر یہ حقیقت اور واقعہ ہے تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ نفس ذبح گائے سے
ان کے دل کو تکلیف پہونچتی ہے یا مسلمانوں کے گائے ذبح کرنے سے اگر جواب میں دوسری
شق ہے یعنی مسلمانوں کے ذبح کرنے سے انھیں تکلیف ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر اس
میں گائے کی خصوصیت کیا؟ مسلمانوں کا وجود ہی اُن کے لئے دل آزار ہے۔ جیسا کہ اُن کے
برتاوے سے ہر روز عیاں ہی ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے انھیں ایسی نفرت ہے کہ اُن کے سایہ
سے بھی وہ پرہیز کرتے ہیں تو پھر کھلم کھلا ہی کہیئے۔ گائے کی قربانی کو مسلم کشی کا حیلہ کیوں
بنائیے۔ اور جواب اگر شق اوّل ہے یعنی نفس ذبح گائے تو یہ دعویٰ محض بے دلیل ہے۔
تمام فوجی چھاونیوں میں گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ مگر کسی نے آج تک کان بھی نہیں ہلایا۔ تھوڑی
دیر کے لئے اسے بھی جانے دیجئے۔ جب دل دکھنے کی علت نفس ذبح گائے ہے تو خیال کا
پاؤں اور وہم کے قدم کس نے باندھ دیئے ہیں جو ہندوستان سے آگے نہ جائیے۔

دوسرے گوشت خوار ملل و ممالک

گائے کا گوشت سارے عالم میں کھایا جاتا ہے یورپ
امریکہ افریقہ، ایشیا ان تمام ممالک میں گائے کے ذبح
کا رواج ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان گائے کھانے سے
توبہ بھی کرلیں۔ تو ملکی بھائیوں کو جب یہ خیال آئیگا کہ امریکہ میں گائے ذبح ہوئی۔ افریقہ

میں ذبح ہوئی۔ ایشیا کے ممالک میں ذبح ہوئی۔ تو پھر جو دل دکھیگا تو اس تکلیف کا علاج کس کے قتل و غارت گری سے کرینگے۔

بیف Beef کا لفظ جب کانوں سے سنینگے یا لفظ بیف کسی جگہ لکھا دیکھینگے۔ اس سے جو خیال میں ہیجان و تلاطم ہوگا تو پھر اس کی موجوں پر کس کی جان بھینٹ چڑھائی جائیگی۔ خیال و وہم کی اگر یہی ہمہ گیری ہو تو ملکی بھائیوں کا دل دکھنا اور بہت زیادہ دکھنا علیٰ حالہ اور برقرار رہا اور ان کے ہم وطن و ہم سایہ مسلمان اپنے ایک دینی رکن سے رد کے گئے۔ ایک حلال شے سے متمتع ہونے سے باز رکھے گئے۔ رزق ان کا ان کے منہ سے چھینا گیا۔ مسلمانوں کا گوناگوں نقصان اور ملکی بھائیوں کا نفع ہیچ۔ مسلمان تو خدا کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔ اور پاکیزگی سے کھاتے ہیں۔ لیکن دیگر اقوام تو ان کا گلا کاٹتی ہیں۔ اور نجاستوں کا بدرقہ بناتی ہیں۔ پھر یہ خیال ملکی بھائیوں کو کیونکر چین لینے دیگا کیا اس کے عذر میں وہ بُعدِ مسافت پیش کرینگے تو یہ حیلہ یہاں ہم مسلمانوں کے لئے کیوں روا نہیں رکھا جاتا۔ یعنی آنکھوں سے پوشیدہ ہونا۔ ہم قربانی چھپ کر اور بند مکان میں ہی کرتے ہیں اور اگر کوئی نہیں کرتا ہی تو اس کا یہ فعل حقِ ہمسائگی کے منافی ہی۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ سے اور زیادہ احتیاط عمل میں لائینگے اور اسطرح قربانی کیلئے گائے لائینگے کہ ہنود کی نظر اُس پر نہ پڑے نہ اُس کا گوشت علانیہ تقسیم کرینگے نہ ہنود کے سامنے اِس کا ذکر کرینگے کہ ہم نے گائے کی قربانی کی یا قربانی کرنے کا ارادہ ہی۔

ذبح حیوان اور خود ہنود

کیا ستم ہی گائے کے سوا دیگر حیوانوں کا ذبح اکثر ہنود جائز رکھتے ہیں اِس کا گلا کاٹتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس وقت اس طبقۂ ہنود کا کیوں لحاظ نہیں کرتے جو قطعاً کسی جاندار کو قتل کرنا گناہِ عظیم جانتے ہیں۔ شاید اِس کا پھر وہی جواب ہو۔ کہ گائے دیوتا ہی۔ متبرک ہی۔

اس کا جواب ابتدا میں گزارش کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انصاف کا یہی فیصلہ ہے کہ اپنے معتقدات کی رعایت خود صاحب عقیدہ کو چاہیئے دوسرے مذاہب سے اپنے معتقدات و خواہشات کا مطالبہ اُسی حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے اہل مذہب کے دین اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو۔ اس سے زیادہ طلب کرنا ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے آتش پرستوں کے مذہب اور عقیدے میں آگ ان کا معبود ہے۔ ان کا آتش کدہ ایک لمحہ کے لیئے بھی نہیں بجھتا۔ لیکن کیا آتش پرست کسی دوسرے مذہب والے کو یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ تم آگ نہ بجھاؤ۔ اس لیئے کہ یہ میرا معبود ہے۔ اگر وہ کہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ تو اپنے مکان میں آگ لگا اور پوجا کر۔ دوسرے کے مکان کو جلا کر تو کیوں اپنے معبود کا لقا چاہتا ہے۔ اسی طرح گائے اگر اہل ہنود کے عقیدے میں دیوتا ہے تو ہنود اپنے مقبوضہ و مملوکہ گایوں کی پوجا کریں مسلمانوں کی ملکیت میں اُنھیں کیا حق حاصل ہے۔ مسلمانوں کے عقیدے میں وہ ایک حیوان لایعقل ہے۔ جس کا کھانا اور اس سے راحت حاصل کرنے کا پورا حق اُنھیں اُن کے معبود نے عطا کیا۔ بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے گائے حلال ذبح ہو چکی ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسے ذبح فرمایا ہے اُن کے پاس از روئے اُن کے مذہب کے اُس کے معظم و متبرک ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ثانیاً یہ کہ اگر اہل ہنود کے معظمات و متبرکات کی یوں ہی عزت کی گئی تو پھر مور، ہرن۔ بندر ہنومان یہاں تک کہ سانپ تک کا بھی مارنا اُن کی دل آزاری کا موجب ہوگا۔ اس لیئے کہ ناگ دیوتا ہے۔ پھر آگے بڑھیئے۔ اشجار میں سے پیپل اور نباتات میں سے تلسی یہ بھی متبرک و معظم ہے۔ اس سے آگے بڑھئے تو گنگا کا پانی اور دریائے گنگ معظم و متبرک ہے۔ مسلمانوں کو ان بے شمار اور متنوعہ معظمات کے تعظیم دلانے سے یہی بہتر ہے کہ صاف لفظوں میں یہ کہدیا جائے کہ ہمیں تمھارے وجود سے ہی اذیت پہنچتی ہے اور تمھاری ہستی سے دل

دکھتا ہی اسی طرح افسانہ وبہانہ اُٹھانے کی کیا حاجت ہی۔

تعظیم گاؤ کی حقیقت

گائے اور بیل کے ساتھ اگر اہلِ ہنود کا برتاؤ دیکھا جائے تو دیوتا اور معظم و متبرک ہونے کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہی۔ بیل کے ساتھ ان کا جو بے رحمانہ سلوک ہی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اپنی نفع کی غرض سے جب اُسے خصی کرتے ہیں اور اُس کے خصیوں کو کوٹتے ہیں تو بیل کی یہ ناقابل برداشت تکلیف دیکھی نہیں جا سکتی۔ ان بے چاروں کے دانت تک ہل جاتے ہیں۔ تیز آلے سے گلا کاٹنے میں یہ تکلیف کہاں۔ لیکن خصی بنانے میں تو انتہائے اذیت رسانی اور انقطاع نسل دونوں خرابیاں ہیں۔ میونسپلٹی قانون بناتی ہی تاکہ بیلوں کو باربرداری میں راحت ملے۔ مگر یہ ایسا بوجھ لادتے ہیں کہ کلیجہ بیل کا پھٹ جاتا ہے اور وہ مرجاتا ہی۔ گردنوں کا اُن کے خون آلود رہنا جسم کا اُن کے داغ دار ہونا یہ سب اُن کے مظالم کا اعلان ہی۔ خود گائے کے ساتھ اُن کی یہ بے رحمی کہ جب گائے بچے بچہ دیتی ہی تو دودھ بیچنے والے اس کے بچہ کا منھ باندھ دیتے ہیں تاکہ بچہ دودھ نہ پی لے اور گائے کو ساتھ ساتھ لیئے پھرتے اور خریداروں کے روبرو دودھ نکال کر بیچتے ہیں۔ بچہ بھوک کی تکلیف سے چند دنوں میں مرجاتا ہی۔ گائے جب مرجاتی ہی تو چماروں کے حوالے کردی جاتی ہی۔ وہ اسے کاٹتے ہیں۔ بھونتے ہیں۔ اور کھاتے ہیں۔ چمار بھی اہل ہنود کی ہی ایک قوم مردارخوار ہی گو شودر ہی سہی مگر ہے تو ہندو۔ وہ لے جاتا ہی۔ اور کھاتا ہی۔ مرجانے پر اسی گائے کو ایک ہندو کھانے کے لیئے دیتا ہی اور دوسرا ہندو لے کے کھاتا ہی۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ اُنھیں کہاں تک کہوں۔ معظم و متبرک ہونے کے لیئے اِسی قدر مشاہدات کفایت کرتے ہیں۔

الزامی جوابات

اِس جگہ ہم یہ الزامی جواب اہلِ ہنود کو دینا نہیں چاہتے کہ

اس طرح کے مسائل تمہارے ہاں شاستر میں پائے جاتے ہیں وید جسے تم آسمانی کتاب بتاتے ہو ان میں گائے کی قربانی خود موجود ہے۔ (دیکھو رگ وید)

نہ ہم انھیں یہ الزام دیتے ہیں کہ ہرگز تمہارے مذہب کی یہ ہدایت نہیں۔ کہ اگر غیر قوم گائے ذبح کرے تو تم اس سے جنگ وجدال کرو، قتل وغارت گری اختیار کرو۔

نہ ہم یہ الزام اہل ہنود کو دیں کہ گائے ذبح کرنا اس کا گوشت کھانا تمہارے مذہب میں ازروئے تعلیم ہر چہار وید کہیں منع نہیں۔ یہ تو تمہارے سیاست دان مقتداؤں کی ایجاد ہے۔ جنھوں نے اپنی کمال دانشمندی سے ایک ایسی چیز تمہارے سامنے پیش کر دی ہے۔ جو سارے اہلِ ہنود کا نقطۂ اتفاق اور مرکز وفاق قرار پا گیا۔ اس سے مسلمانوں کی عداوت قلوبِ ہنود میں مستحکم کرنا تھا۔ اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے۔

یہ الزامی جوابات ہیں انھیں اس لئے نہیں دیتا کہ ہمارا فعل چونکہ ہماری مذہبی کتابوں سے ثابت ہے۔ قرآن، حدیث، فعل پیغمبر اور فقہ کی کل کتابیں یہی ارشاد کر رہی ہیں۔ پس ہم اس عمل پر ازروئے اپنے مذہب کے مامور ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ تمہارے وید میں گائے کا ذبح جائز ہے یا ناجائز۔

یقینی نتیجہ

اس صورت میں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کچھ اہلِ ہنود سے طالب امن ہو کر آباد نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ ایک مدت تک ہندوؤں پر حکومت وحکمرانی کرنے کے بعد اُن کے مساوی حالت محکومیت میں شریک ہے۔ تو اُسے اس کا حق حاصل ہے کہ اپنے حقوق کی نگہداشت رکھے۔ اور یہ کوئی دل آزاری نہیں۔

مسلمانوں کو گائے کی قربانی اور گائے کے ذبح کرنے کا جو اختیار اکثر بلاد

ہندوستان میں حاصل ہی اُسے اس طرح اپنے ہاتھوں کھونا اور اہل ہنود کے قتل و غارت گری سے خوف زدہ ہو جانا اسلام کو ذلیل کرنا اور دین کی توہین عظیم ہے۔ ہندوؤں کے خوف سے ایسی دنارت اور ذلت اختیار کرنا اور اپنی دینی مغلوبی کا ثبوت قایم کرنا ہرگز شریعت کے نزدیک جائز نہیں۔ خدا کے لیے مسلمانوں کو ایسی بزدلی اور بے حیائی کا سبق نہ دیجئے۔ کفار اور مشرکین کی ہیبت اس طرح قلوبِ مسلمین میں راسخ نہ کیجئے۔

کسی مذہبی امر کے انجام دینے سے جب کہ کفار و ملحدین مانع ہوں اور اپنے زور و قوت سے مسلمانوں کو باز رکھنا چاہیں تو اُس وقت امر مباح بھی واجب ہو جاتا ہی۔

قربانی فی نفسہٖ مسلم آزاد مقیم مستطیع پر واجب لیکن گائے یا اونٹ یا بھیڑ بکری اُن میں سے بالتخصیص کوئی جانور واجب نہیں۔ لیکن جب کہ گائے کی قربانی پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو روکا اور بزور باز رکھنے کی سعی اُنھوں نے کوششیں کیں تو اب گائے کی قربانی مسلمانوں پر واجب ہو گئی اور بہ پاس خاطر کفار ہیبت کفار سے گائے کی قربانی کا ترک کرنا حمایتِ دین سے روگردانی اور حقوقِ مسلم سے بے پروائی ظاہر کرنا ہے جو شریعت کے نزدیک گناہ ہی اور سخت گناہ ہی۔

مسلمانوں اپنی آنکھیں کھولو اور لیڈروں کی باتیں ہرگز نہ سنو ورنہ پچتاؤ گے اور پھر اُس وقت یہ پچتانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ قربانی گائے کی جس شہر یا قصبہ یا دیہات سے اُٹھ گئی پھر تمھاری طاقت سے یہ باہر ہو جائیگا کہ تم دوبارہ گائے کی قربانی وہاں دے سکو۔ دیکھو ہوشیار ہو جاؤ۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین علینا معھم یا رب العالمین۔

حررہ بقلمہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

محلہ میرداد
بہار شریف
ضلع پٹنہ

اعلان

یہ رسالہ محض بغرض نفع رسانی کافۂ مسلمین لکھا گیا ہے۔
لہذا جو صاحب خیر خواہِ ملک و قوم اس کو اسی نیت سے
طبع کرانا چاہیں اُن کو اس کی اجازت ہے۔ خواہ کالج
کے مطبع انسٹی ٹیوٹ ہی میں طبع کرائیں خواہ (صحت کا
کامل لحاظ رکھ کر) کسی اور مطبع میں چھپوالیں۔